Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.102, 2016, pp 173 - 201

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، شمارہ ۱۰۳، اپریل۔جون ۲۰۱۶ء

مجید امجد شناسی
سوویں سالگرہ پر شائع شدہ جراید کے آئینے میں

MAJEED AMJAD SHANĀSI
SOVĪN SĀLGIRAH PAR SHAEY SHUDAH JRAYAD KAY AINAY MAIN

☆ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری

Abstract:
This article is based upon the analytical study of the journals, published on the occasion of hundredth birth anniversary (2014) of one of the most important and great Urdu poets of twentieth century, Majeed Amjad. Apart from the journals having some scattered articles on the subject cited above, there are two types of journals, discussed in the article. One is comprising on the special and comprehensive issues about Majeed Amjad, his creative works and literary worth i.e *Namood*, *Bāzyāft* and *Namood e Harf* while the other is containing on the journals, published with specific parts related to Majeed Amjad i.e *Zuban o Adab* and *Peeloun*. It is said in the article that all these journals will be proved mile stone in the history and tradition of research and criticism regarding Majeed Amjad.

Key Words:
مجید امجد شناسی۔سوویں سالگرہ (۲۰۱۴ء)۔شائع شدہ جراید۔نمود۔بازیافت۔نمودِ حرف۔زبان وادب۔پیلوں الماس

مجید امجد ۲۹ جون ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے اور ان کی وفات ۱۱ مئی ۱۹۷۴ء کو ہوئی۔اس اعتبار سے ۲۰۱۴ء اُن کا سوواں سالِ ولادت قرار پاتا ہے۔اِس سال کو پہلے سے موجود ادبی روایت کے تتبع میں مجید امجد صدی کے طور پر منایا گیا۔چنانچہ مختلف ادبی حلقوں اور تعلیمی و تحقیقی اداروں میں سیمینار اور کانفرنسیں منعقد ہوئیں جو مجید امجد کی

☆ ڈین، کلیۂ علوم شرقیہ، یونیورسٹی اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ادبی حیثیت کو اُجاگر کرنے کا باعث بنیں۔ ان میں جو مقالات پیش کیے گئے، انھیں بعد ازاں رسائل و جراید میں شامل کیا گیا۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے مضامین قلم بند کیے گئے جو سیمیناروں اور کانفرنسوں میں پیش نہ کیے جانے کے باوجود اِن رسائل و جراید میں شامل کر دیے گئے۔ اِن رسائل و جراید کو دو زُمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اوّل وہ جراید جن کے خصوصی نمبر اشاعت پذیر ہوئے ہیں اور دوّم وہ رسائل جن میں مذکورہ موضوع کی مناسبت سے خاص گوشے شامل کیے گئے ہیں۔ خصوصی نمبروں کی مثال میں یہ جریدے دیکھے جا سکتے ہیں:

☆ **بازیافت (مجید امجد نمبر)**۔ شعبۂ اردو یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور: شمارہ ۲۴، جنوری تا جون ۲۰۱۴ء

☆ **نمود (مجید امجد نمبر)**۔ لاہور: جلد ۲، شمارہ ۶–۷، جون، جولائی ۲۰۱۴ء

☆ **نمودِ حرف (مجید امجد صدی نمبر)**۔ لاہور: شمارہ ۸، ۹، ۱۰، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۴ء

جب کہ ثانی الذّکر کے حوالے سے مندرجہ ذیل دو رسالے بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں:

☆ **زبان و ادب**۔ شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد: شمارہ ۱۴، جنوری تا جون ۲۰۱۴ء

☆ **پیلوں**۔ ملتان: شمارہ ۷، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۴ء

ذیل میں ہم اوّلاً اشاعت کی زمانی ترتیب میں خصوصی نمبروں کا جائزہ لیتے ہیں:

نمود

مجید امجد صدی کی مناسبت سے سب سے پہلے جس رسالے کا مجید امجد نمبر سامنے آیا وہ ماہ نامہ ''**نمود**'' ہے جو معروف شاعر قائم نقوی کی ادارت میں لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۱۵۲ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اپنے معمول کے شماروں سے کم و بیش دوگنی ضخامت کا حامل ہے کیونکہ اس میں دو مہینے (جون، جولائی ۲۰۱۴ء) یکجا کر دیے گئے ہیں۔ یوں یہ خصوصی نمبر جلد ۲ کا شمارہ ۶ ۔ ۷ قرار پایا ہے۔ اس شمارے کا فرنٹ ٹائٹل اور بیک ٹائٹل توجّہ خیز ہے۔ فرنٹ ٹائٹل پر گلاب کے پھولوں کے درمیان مجید امجد کی تصویر اُبھاری گئی ہے جس کے نیچے انھی کا یہ معروف شعر مندرج ہے:

کٹی ہے عمر بہاروں کے سوگ میں امجد
مری لحد پہ کھِلیں جاوداں گلاب کے پھول

بیک ٹائٹل پر مجید امجد کی آخری آرام گاہ کی چار تصویریں شائع کی گئی ہیں جن میں لوحِ مزار اور پھولوں سے بھرا ہوا تعویذ نمایاں ہے۔ فرنٹ ٹائٹل کے اندرونی صفحے پر دو تصویریں چھاپی گئی ہیں جن میں پہلی تصویر تنہا مجید امجد کی اور اُس کے نیچے دوسری تصویر مجید امجد اور منیر نیازی کی ہے۔

نمود کے ابتدائی صفحات میں چند سطری 'اداریہ' اور 'مجید امجد – سوانحی خاکہ' کے زیرِ عنوان موصوف کے احوال و آثار سے متعلق مختصر تعارفی تحریر دکھائی دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں تحریریں مدیر کے قلم سے نکلی

ہیں۔ رسالے میں شامل ہونے والے، ان کے بعد کے مندرجات کو واضح طور پر تین زُمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصّہ 'منظوم خراجِ عقیدت' کے زیرِ عنوان ہے جس میں بترتیب ذیل دس ۱۰ اشعر پارے شامل ہیں:

۱۔ غزل (نذرِ مجید امجد) — شاہدہ حسن
۲۔ مٹی اور میو 0 نخ کے مکالمے کی تجدید (مجید امجد اور شالاط کے لیے) — تنویر قاضی
۳۔ مجید امجد — ایزد عزیز
۴۔ نذرِ مجید امجد — محمد ممتاز راشد
۵۔ مجید امجد کی نذر — راجا نیّر
۶۔ تجھ کو رخصت نہیں کیا میں نے (نذرِ مجید امجد) — ڈاکٹر احسان الحق چشتی
۷۔ مجید امجد کے لیے ایک نظم — واصف سجّاد
۸۔ مجید امجد کے نام — سہیل اسجد
۹۔ مجید امجد کے لیے — عون الحسن غازی
۱۰۔ مجید امجد کے لیے ایک نظم — قائم نقوی

مذکورہ شعر پاروں میں شاہدہ حسن اور محمد ممتاز راشد کی کاوشیں غزل کی صورت میں ہیں۔ ان میں شاہدہ حسن کی غزل کی ردیف مجید امجد کی معروف غزل نما نظم 'کون دیکھے گا' سے مستعار لی گئی ہے۔ شاہدہ حسن کا ایک شعر ہے:

کسے خبر جو قیامت گزار لی تم نے
وصال و ہجر کے لمحوں کو کون دیکھے گا

اور مجید امجد کہتے ہیں:

میں روز اُدھر سے گزرتا ہوں کون دیکھتا ہے
میں جب اُدھر سے نہ گزروں گا کون دیکھے گا

منظوم خراجِ عقیدت کے لیے واصف سجّاد نے معرّا نظم کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ دیگر تمام شعر پارے آزاد نظم کی ہیئت میں ہیں۔

نمود کا دوسرا حصّہ 'مضامین' کے زیرِ عنوان ہے۔ اس میں متنوع موضوعات پر قلم بند کیے گئے چودہ ۱۴ مضامین شامل ہیں جن کی نوعیت تنقیدی و تجزیاتی ہے۔ ان کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

۱۔ مجید امجد کا ایک شعر — سیّد مشکور حسین یاد
۲۔ اقبال اور مجید امجد — ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا
۳۔ مجید امجد کی نظمیں — ڈاکٹر سعادت سعید
۴۔ مجید امجد: ایک کثیر الجہات شاعر — ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری

۵۔	مجید امجد کی نظم میں حزن کا مطالعہ	ڈاکٹر ناصر عبّاس نیّر
۶۔	مجید امجد کی نظموں کے چند موضوعات	انیس اکرام فطرت
۷۔	مجید امجد: ایک ترقی پسند شاعر	ڈاکٹر محمد عالم خان
۸۔	نئی نظم اور مجید امجد	غلام دستگیر ربانی
۹۔	کنواں چل رہا ہے	اسلام عظمی
۱۰۔	میں فکرِ رازِ ہستی کا پرستار	ڈاکٹر تقدیس زہرا
۱۱۔	مجید امجد کی شاعری اور کربلا کا استعارہ	توقیر عبّاس
۱۲۔	مجید امجد کے ہاں تمثالوں کی اہمیت	ڈاکٹر تسنیم رحمان
۱۳۔	کنواں	ڈاکٹر تنویر حسین
۱۴۔	مجید امجد کی شاعری میں ہندی عناصر	مسز عالیہ فاروق

اگر چہ یہ تمام مضامین اپنی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں تاہم بعض بطورِ خاص متوجہ کرتے ہیں۔ سیّد مشکور حسین یاد کا مضمون 'مجید امجد کا ایک شعر' اُسی شعر کی مختصر تشریح پر مبنی ہے جو 'کون دیکھے گا' کے ضمن میں اوپر درج ہوا ہے۔ یہ ایک سرسری تحریر ہے۔ ڈاکٹر تنویر حسین کا مضمون 'کنواں' اسی عنوان کی نظم کے تجزیاتی مطالعے پر مشتمل ہے۔ یہ نظم مجید امجد کے تصورِ وقت کے حوالے سے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس تجزیے میں فکر اور موضوع کے حوالے سے اظہارِ خیال کرنے پر تو توجہ دی گئی ہے مگر فن اور اسلوب کے پہلوؤں کو کچھ زیادہ زیرِ بحث نہیں لایا گیا۔

مجید امجد کی شاعری زبردست انفرادیت کی حامل ہے تاہم اپنے ابتدائی دور میں ان کے ہاں اقبال سے اثر پذیری کے واضح نقوش دیکھے جا سکتے ہیں۔ بعد میں ان کا راستہ مختلف ہو گیا مگر پھر بھی کہیں کہیں الفاظ و تراکیب کے استعمال میں مماثلت نظر آ جاتی ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کا مضمون 'اقبال اور مجید امجد' اسی موضوع کا احاطہ کرتا ہے۔ موصوف نے دونوں کے مماثل پہلوؤں کی نشاندہی کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے:

> ''یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ مجید امجد نے اقبال کی پیروی دیر تک اور دُور تک کی ہے۔ دونوں نناوے فیصد تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اقبال اور مجید امجد دونوں عظیم شاعر ہیں۔ لیکن دونوں کی عظمت کے اسباب مختلف ہیں۔ دونوں کی فکری جہتیں جدا جدا ہیں۔ دونوں کے اسالیب الگ الگ ہیں۔ اقبال بنیادی طور پر رجائی ہیں جبکہ مجید امجد بہت حد تک حیات و کائنات کو بے جہت اور بے مقصد سمجھتے ہیں۔ البتہ ایک بات میں (جو بڑی بنیادی بات ہے) دونوں کا اتفاق ہے۔ یعنی حیاتِ انسانی کو بہتر بنانا تمام انسانوں کا مطمحِ نظر ہونا چاہیے۔ اقبال تو واضح طور پر مفکرِ اسلام ہیں لیکن مجید امجد بھی ارفع انسانی اقدار کے مبلّغ ہیں اور ان لوگوں کو والہانہ طور پر خراجِ تحسین

پیش کرتے ہیں جنھوں نے دنیا کو سنوارا اور جن کے دم سے یہاں خیر کی اقدار مروّج ہیں۔" (۱)

نمود میں شامل ڈاکٹر محمد عالم خان کے مضمون 'مجید امجد ایک ترقّی پسند شاعر' کا عنوان کسی قدر چونکا دینے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجید امجد معروف معنوں میں ترقّی پسند شاعر نہیں ہیں۔ وہ کبھی بھی انجمن ترقّی پسند مصنّفین کے رکن نہیں رہے۔ لیکن یہ امر بھی نا قابلِ تردید ہے کہ مجید امجد اور ان کے ہم عصر شعرا میں شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہو جو ترقّی پسند تحریک سے متاثر نہ ہوا ہو اور اس کے ہاں ترقّی پسند شاعروں کے موضوعات و افکار کے ساتھ مماثلت کے پہلو نہ در آئے ہوں۔ بلا شبہ مجید امجد بھی ایک ایسے شاعر تھے جو معاشرے کی خرابیوں سے، جن میں طبقاتی تفاوت اور کمزور اور محروم طبقے کا استحصال خاص طور سے توجّہ خیز تھیں، نظریں نہ چرا سکے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے مخصوص دردمندانہ زاویۂ نظر سے ان مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ ڈاکٹر عالم خان لکھتے ہیں:

> "مجید امجد نے اپنی شاعری میں ہم عصر ترقّی پسند شعرا کی طرح محروم طبقات اور ان سے وابستہ آلامِ زمانہ کو گہرے دکھ اور ملال کے ساتھ اپنے منفرد اور قدرے غیر مانوس انداز میں بیان کیا ہے کہ ان کے احساس کی شدّت، جذبے کی گہرائی اور ندرتِ خیال نے شاعری میں ایسا سوز و گداز پیدا کیا ہے کہ کوئی بھی اس کے سحر میں گرفتار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور وہ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی اُداسی، کرب، فرد کی بے بسی، انسانوں کی مظلومیت، استحصالی قوّتوں کی جبریت اور معاشرے کی المناک صورتِ حال کو بڑی فنکارانہ مہارت اور نظریاتی سچائی کے ساتھ بڑے واشگاف انداز میں بیان کرتے ہیں......اس حوالے سے مجید امجد ایک روشن خیال ترقّی پسند شاعر ہے۔" (۲)

زیرِ مطالعہ رسالے میں شامل زیادہ تر مضامین کا تعلق مجید امجد کی شاعری کے فکری و موضوعاتی پہلوؤں کی تفہیم کے ساتھ ہے۔ تاہم اس میں شامل تین مضمون ایسے ہیں جو فن اور اسلوب کے بعض پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ توقیر عبّاس نے اپنے مضمون میں مجید امجد کی شاعری کو کربلا کے استعارے کے حوالے سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ عالیہ فاروق کا مضمون 'مجید امجد کی شاعری میں ہندی عناصر' اسلوب کی ایک خاص جہت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مجید امجد کی شاعری میں اسلوبِ بیان کا تنوع پایا جاتا ہے۔ ان کی شعریات اور شعری لفظیات کہیں مقدّس ہے، کہیں بول چال کی عام فہم اردو سے عبارت ہے اور کہیں موضوع کی مناسبت سے ہندی مزاج میں رچی ہوئی ہے۔ مذکورہ مضمون میں ہندی عناصر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ فنی حوالے سے ڈاکٹر تسنیم رحمان کا مضمون 'مجید امجد کے ہاں تمثالوں کی نوعیت' بہت اہم ہے۔ جدید شاعری میں تمثالیت (Imagery) کی اہمیت کو عملی طور پر تسلیم کرنے کا رجحان ملتا ہے۔ دراصل یہ مغرب کی Imagism کی تحریک سے اثر پذیری کا نتیجہ ہے۔ تسنیم رحمان نے مختلف نظموں کے اقتباسات درج کرتے ہوئے مجید امجد کی شاعری میں پائی جانے والی حِسی اور عقلی تمثالوں کی معنویت اور فنی قدر و قیمت اُجاگر کی ہے۔ ان کی تمثالیں دھرتی سماج اور گرد و پیش کے مظاہر کے ساتھ بطورِ خاص جڑی ہوئی ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر تسنیم رحمان بجا طور پر لکھتی ہیں:

''مجید امجد کی تمثالیں خالصتاً اپنی مٹی اور اپنے سماج سے جڑی ہوئی ہیں۔ ان کی زیادہ تر تمثالوں میں ذات اور کائنات کا رشتہ نئے تناظر میں موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عہد کی بے یقین صورتِ حال کا پس منظر ان کی تمثالوں میں نمایاں ہے۔ عہد، رویّوں، ماحول اور حالات سے عدم اطمینان ان کی تمثالوں میں جھلکتا ہے۔'' (۳)

فکری و موضوعاتی حوالے سے لکھے گئے مضامین بھی اپنی اپنی جگہ اہم اور لائقِ اعتنا ہیں۔ البتہ ان میں دائرۂ بحث یا تو محدود ہے یا روایتی۔ تمام مضامین میں صرف ایک مضمون 'مجید امجد: ایک کثیر الجہات شاعر' ایسا ہے جو مجید امجد کی شاعری کے اکثر فکری و موضوعاتی اور فنی و اسلوبیاتی پہلوؤں کا بالاختصار ہی سہی، پوری طرح احاطہ کرتا ہے۔ یہ مضمون ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا لکھا ہوا ہے۔ اس مضمون میں مجید امجد کی شاعری کو تین بڑے زمروں میں رکھ کر دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (ا) موضوع (ب) ہیئت (ج) شعری لغت۔ ہر زمرے کے مزید تین تین ذیلی حصے قائم کیے گئے ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

بحوالہ موضوع: رومان و محبت، سماجیات و عُمرانیات اور فکر و فلسفہ

بحوالہ ہیئت: کلاسیکی ہیئتیں، مغربی ہیئتیں اور مخلوط یا امتزاجی ہیئتیں

بحوالہ شعری لغت: فارسی آمیز، ہندی آمیز اور بول چال کی عام فہم اردو زبان

مذکورہ بالا تمام پہلوؤں کو کلیاتِ مجید امجد میں شامل مختلف المتنوع نظموں کی طرف اشارے کر کے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہیں کہیں شعری اقتباس بھی درج کیے گئے ہیں۔ مجید امجد کے بارے میں ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا نقطۂ نظر یہ ہے:

''مجید امجد حقیقتاً تنوع پسند اور کثیر الجہات شاعر ہیں اور میں نے ان کی تنوع پسندی اور کثیر الجہتی کا مشاہدہ محض ان کی شاعری کے متنوع موضوعات اور مضامین ہی کے آئینے میں نہیں کیا بلکہ اس امر کی گواہی ان کے تخلیقی عمل اور شعری تجربے کے ہر پہلو سے حاصل کی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ان کے ہاں افکار و خیالات، ہیئت و اسلوب، آہنگ و تمثال، بدیع و بیان، بحور و قوافی، فنِ شعر کے دیگر لوازم اور شعری لغت، گویا ہر پہلو سے تخلیقی شخصیت کے اظہار میں زبردست تنوع اور رنگا رنگی پائی جاتی ہے۔'' (۴)

نمود کے تیسرے حصے میں ایک تو قاضی حبیب الرحمٰن کی تحریر بعنوان 'بیاضِ مجید امجد سے ایک ورق' شامل ہے جس میں مجید امجد کے ہاتھ سے لکھی ہوئی جناب چوہدری نور الدین جہانگیر نور اللہ مرقدہ کی یاد میں لکھی گئی رثائی غزل کا عکس اور اس سے متعلق بعض مفید معلومات درج کی گئی ہیں۔ عکسِ تحریر کے حوالے سے اس کی حیثیت تبرک کی سی ہے۔ اس کے بعد 'کلامِ مجید امجد' کے زیرِ عنوان انتخابِ کلام شائع کیا گیا ہے۔ انتخاب میں شاعر، روداد زمانہ، بُندا، نژادِ نو، کارِ خیر، بس اسٹینڈ پر، متروکہ مکان، مشاہیر، فرد، اور اب یہ اک سنبھلا سنبھلا......، بے نشاں، لمبی دھوپ کے......اور بستے رہے سب......کُل تیرہ ۱۳ نظمیں اور ان کے بعد مندرجہ ذیل سات ۷

غزلیں شامل ہیں:

روش روش پہ ہیں نکہت فشاں گلاب کے پھول
بنے یہ زہر ہی وجہِ شفا جو تو چاہے
وہ شے جو ایک نئے دور کی بشارت ہے
دل سے ہر گزری بات گزری ہے
جب اک چراغِ راہ گزر کی کرن پڑے
چہرہ اُداس اُداس تھا میلا لباس تھا
پھر تو سب ہمدرد بہت افسوس کے ساتھ یہ کہتے تھے

بحثیت مجموعی **نمود** کا مجید امجد نمبر ایک اچھا شمارہ ہے۔ یہ اپنے مندرجات کے حوالے سے تو اہم ہے ہی، اس کی اہمیت کا ایک پہلو زمانی تقدم بھی ہے کیونکہ مجید امجد صدی کے موقع پر **نمود** ہی کا خاص نمبر سب سے پہلے اشاعت پذیر ہوا۔

بازیافت

شعبۂ اردو اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کا یہ تحقیقی وتنقیدی مجلہ ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) سے منظور شدہ ہے۔ اس رسالے کے موجودہ مدیر پروفیسر ڈاکٹر محمد کامران ہیں جو صدرِ شعبۂ اردو ہیں۔ ان کے معاونین میں ڈاکٹر ضیاء الحسن اور ڈاکٹر ناصر عباس نیّر کے نام شامل ہیں۔ اس مجلّے کا شمارہ ۲۴ بابت جنوری تا جون ۲۰۱۴ء مجید امجد کے حوالے سے خصوصی شمارہ ہے۔ اس شمارے کی بنیاد وہ مضامین و مقالات بنے ہیں جو ۱۰/اپریل ۲۰۱۴ء کو منعقد کیے گئے مجید امجد صدی قومی سیمینار میں پیش کیے گئے۔ بعد ازاں چند اور مضامین بھی حاصل کیے گئے جو اس رسالے کا حصّہ بن گئے۔ بحثیت مجموعی اس مجلّے میں کل چونتیس ۳۴ مضامین و مقالات شامل ہیں جو نوعیت کے اعتبار سے مختلف دائروں میں آتے ہیں۔ ابتدا میں صفدر سلیم سیال (جو مجید امجد کے دوستوں میں شامل رہے ہیں) ندیم عباس اشرف اور جنید امجد کے تحریر کردہ سوانحی و شخصی نوعیت کے مضامین نے جگہ پائی ہے۔ ان کے عنوانات بالترتیب 'مجید امجد۔ شخص، شخصیت، شاعری'، 'مجید امجد اور ساہیوال' اور 'مجید امجد کے سوانحی حقائق' ہیں۔ عنوانات ہی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ تحریریں مجید امجد کے احوال و آثار اور شخصی کوائف کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان تحریروں کے بعد شامل ہونے والے سترہ ۱۷ مقالات ایسے ہیں جو مجید امجد کی شعری کائنات کے فکری و موضوعاتی اور فنی و اسلوبیاتی پہلوؤں کو محیط ہیں۔ ان میں سب سے بنیادی اور طویل مقالہ معروف مجید امجد شناس پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کا تحریر کردہ ہے جس کا عنوان 'مجید امجد: شاعرِ حیات و کائنات' ہے۔ دراصل یہ مقالہ مذکورہ بالا سیمینار میں پڑھا گیا کلیدی مقالہ تھا۔ اس مقالے میں مجید امجد کے تخلیقی سفر کے آغاز و ارتقا پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے فکری و فنی امتیازات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور بعض معاصر شعرا کے ساتھ تقابل کرتے

ہوئے ان کی عظمت کو اُجاگر کرنے کی سعی بھی کی گئی ہے۔ ایسا محض مجید امجد کی طرف داری کی بنا پر ہی نہیں کیا گیا بلکہ سخن فہمی کے تقاضوں کو بھی نبھایا گیا ہے۔ مقالے کے آخر میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے یہ نتیجہ نکالا ہے:

''مجید امجد موضوعات کی وسعت، اسالیب کی رنگا رنگی، مشاہدے کے غیر معمولی تنوّع، الفاظ و تراکیب کی انوکھی ساخت اور گہری دردمندی کا شاعر ہے۔ اس کی شاعری بے پناہ موضوعاتی وسعت و گہرائی اور لسانی تشکیلات سے مالا مال ہے۔ یہ لسانی تشکیلات من مرضی سے تیار کی ہوئی نہیں، ان کی بنیاد قواعدِ زبان پر ہے اور ان کے پس منظر میں مختلف زبانوں کا اعلیٰ ترین ادب موجود ہے۔ اس کے باوجود اس میں گہری دردمندی ہے۔ اتنی خود ساختہ ترکیبات کے باوجود ان کے کلام میں اتنی گہری تاثیر موجود ہے کہ تاثیر اور صنعت کے متضاد عناصر گھُل مل کر ایک ہو گئے ہیں۔ متضاد خصوصیات کو ہم آہنگ کرنے والی یہ شاعری اپنی تفہیم کے لیے سرسری نظر سے پڑھنے کا نہیں، گہری توجّہ اور محنت کا تقاضا کرتی ہے:

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا'' (۵)

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے اس طویل مقالے کے بعد شامل کیے گئے سترہ ۱۷ مقالات و مضامین اپنے اندر خاصا موضوعاتی تنوّع رکھتے ہیں۔ اس کا اندازہ محض فہرست کو دیکھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں عنوانات اور مقالہ نگاروں کے اسمائے گرامی کو درج کیا جا رہا ہے:

۱۔	صدرنگ رموزِ کونین اور موقلمِ مانی: مجید امجد کی عرفانی شاعری	سعادت سعید
۲۔	مجید امجد کا تصوّرِ ہیئت، روایتی ہیئتیں اور ہیئتی تجربات	نوازش علی
۳۔	مجید امجد۔۔۔ راز دانِ غمِ زمان و زمین	ریاض قدیر
۴۔	مجید امجد کی شاعری میں عصری اور قومی شعور	یوسف خشک
۵۔	مجید امجد کی نظموں میں تصوّراتِ زمان کا تدریجی ارتقا	زاہد منیر عامر
۶۔	مجید امجد کی تراکیب کا مطالعہ	سیّد عامر سہیل
۷۔	مجید امجد کا طنزیہ و استہزائیہ اسلوب	بصیرہ عنبرین
۸۔	مجید امجد کی شاعری کے انگریزی تراجم	عارفہ شہزاد
۹۔	مجید امجد۔۔۔ تقریبِ شادی میں (چند نادر سہرے)	محمد افتخار شفیع
۱۰۔	مجید امجد کی اقلیمِ سخن۔۔۔ ایک مطالعہ	محمد حنیف خان
۱۱۔	مجید امجد کی شاعری میں پراکرت الاصل رسنسکرت الاصل الفاظ	تہمینہ نور
۱۲۔	مجید امجد کی نظم میں نفسیاتی شعور	عنبرین منیر

۱۳۔ مجید امجد کی نظموں کی اخلاقی جہات — اصغر علی بلوچ/غلام اکبر
۱۴۔ مجید امجد کی نظم میں بچّے کا تصور: نوعیت و معنویت — عبدالسمیع
۱۵۔ مجید امجد کی نظم 'کنواں': ردِ تشکیلی مطالعہ — اورنگ زیب نیازی
۱۶۔ مجید امجد کی نظم 'امروز' — ضیاء الحسن
۱۷۔ مجید امجد کی نظم کی جمالیات (ثقافت و فطرت کے سیاق میں) — ناصر عباس نیّر

جیسا کہ عنوانات کو دیکھ کر ہی اندازہ ہو جاتا ہے، یہ مقالات و مضامین مجید امجد کی شاعری کے ایسے عمومی مطالعے پر مشتمل ہیں جو ان کی نظم نگاری کے موضوعات، افکار، ہیئتوں، علائم و رموز، اسالیبِ بیان اور لسانی خصوصیات کا احاطہ کرتا ہے۔ جہاں تک مجید امجد کے افکار میں تصورِ وقت کی اہمیت کا تعلق ہے اس حوالے سے ان مضامین میں زاہد منیر عامر کے مقالے کے علاوہ اورنگ زیب نیازی اور ضیاء الحسن کے وہ تجزیاتی مطالعے شامل ہیں جو انھوں نے بالترتیب 'کنواں' اور 'امروز' جیسی شاہکار نظموں کے حوالے سے تحریر کیے ہیں۔ لسانی حوالے سے سیّد عامر سہیل اور تہمینہ نور کے مقالات خاصے کی چیز ہیں۔ بعض مضامین، جیسے ناصر عباس نیّر اور نثار ترابی کے تحریر کردہ مضامین میں مجید امجد کی شاعری کے جمالیاتی پہلوؤں، خصوصاً امیجری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ عارفہ شہزاد نے مجید امجد کی شاعری کے متعدد انگریزی تراجم کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ بصیرہ عنبرین کا مقالہ مجید امجد کی شاعری کے ایک ایسے وصف کو اُجاگر کرتا ہے جو بالعموم نقادوں کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہے۔ انھوں نے متعدد شعر پاروں کا حوالہ دیتے ہوئے مجید امجد کے طنزیہ و استہزائیہ اسلوب کو نمایاں کیا ہے۔ مندرجہ بالا فہرست میں شامل دیگر مقالات بھی اپنی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں۔ عنبرین منیر نے مجید امجد کی نظم میں موجود نفسیاتی شعور کے حوالے سے لکھا ہے جب کہ اصغر بلوچ اور غلام اکبر کی مشترکہ کاوش مجید امجد کی نظموں کی اخلاقی جہات کو سامنے لاتی ہے۔ اسی طرح سعادت سعید نے مجید امجد کی شاعری میں موجود عرفانی پہلوؤں کی طرف اشارے کیے ہیں جبکہ یوسف خشک نے ان کی شاعری کو عصری اور قومی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ مجید امجد کی شاعری میں غم کی جو زیریں لہر پائی جاتی ہے، ریاض قدیر نے اسے گرفت میں لینے کی سعی کی ہے۔ نوازش علی کا مقالہ اس لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ انھوں نے مجید امجد کے تصورِ ہیئت کو بیان کرنے کے علاوہ ان کے کلیات میں پائی جانے والی روایتی ہیئتوں اور ہیئتی تجربات کے بارے میں تفصیل سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ مجید امجد کی شاعری ہیئتی تنوع کے حوالے سے بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ ان کے عہد میں اردو شاعری میں نئی نئی ہیئتیں داخل ہو رہی تھیں۔ اگرچہ اس ضمن میں راشد اور میرا جی کو زمانی تقدم حاصل ہے کہ انھوں نے آزاد نظم کو بامِ عروج تک پہنچایا، تاہم ہیئتی تنوع کے لحاظ سے مجید امجد اور قیوم نظر ایسے شاعر ہیں جو فوقیت رکھتے ہیں۔ مجید امجد کے ہاں تخلیقی تجربے میں قیوم نظر سے کہیں زیادہ توانائی پائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ان کی شاعری محض ہیئتوں کے میکانکی استعمال تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ ان کا تخلیقی تجربہ ان کی

اختیار کردہ ہیئت کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔نوازش علی نے اس ضمن میں اچھا تجزیہ کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''مجید امجد ایک نیا وژن لے کر اردو شاعری میں وارد ہوئے۔وہ روایتی پیمانوں اور شکلوں سے اپنی شاعری کا آغاز کرنے اور ان میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد یہ محسوس کرنے لگے کہ نظم کے پرانے سانچے ان کے وژن کو زیادہ اور دور تک سہارنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔پرانے سانچوں میں اپنے محسوسات کو پیش کرتے ہوئے انھیں اپنے احساسات میں قطع برید کرنی پڑتی ہوگی۔پرانے سانچوں اور شکلوں میں انفرادی تخلیقی تجربے کی مکمل سمائی نہ ہونے کے باعث وہ نظم کی نئی سے نئی شکلوں کو آزماتے ہیں۔

یہ بھی دیکھنے والی بات ہے کہ ان کی شاعری میں کئی مختلف،متنوع،جذبے اندرونی ضرب و تقسیم کے بعد ایک تخلیقی تجربے میں تشکیل پاتے ہیں۔تجربے کے معنی ہی یہ ہیں کہ الگ الگ جذبے،اکہرے اور تہ دار ہر طرح اور ہر نوع کے جذبے آپس کے ٹکراؤ اور کشمکش سے ایک اندرونی تعمیر میں متشکل ہوں اور اپنی الگ الگ اور علیحدہ علیحدہ قوتوں سے ایک نئی معنوی سمت پیدا کریں۔یہ ان کے تخلیقی باطن کی مجبوری تھی کہ وہ نظم کی نئی سے نئی ہیئتوں میں اپنے منفرد تخلیقی تجربے کو شناخت کریں اور دوسروں کو شناخت کروائیں۔''(۶)

اوپر دی گئی فہرست میں شامل دو تحریریں ایسی ہیں جنھوں نے تازگی کے باعث راقم کی توجہ خاص طور سے حاصل کی ہے۔ایک تحریر محمد افتخار شفیع کی ہے جس کی نوعیت تحقیقی ہے۔افتخار شفیع نے روایتی صنف ''سہرا'' کا تعارف کرواتے ہوئے مجید امجد کے تحریر کردہ چھے ۶ سہرے یکجا کیے ہیں۔یہ سہرے صاحبزادہ فرخ سیر،سیّد ناصر شہزاد سیّد مراتب اختر،سیّد دانیال ساجد،پرویز انجم صدیقی اور عبدالعزیز خان یوسفی کی تقاریبِ شادی خانہ آبادی پر پیش کیے گئے۔افتخار شفیع نے حوالہ جات و حواشی میں مآخذ کی نشاندہی کرنے کے علاوہ مذکورہ ''دولھوں'' کا مختصر تعارف بھی کروایا ہے اور سہرے کی روایت کے حوالے سے مفید معلومات بھی فراہم کی ہیں۔اگرچہ مجید امجد کی شعری کائنات میں یہ سہرے کوئی نمایاں مقام حاصل نہیں کر پائے تاہم نجی نوعیت کی شاعری میں ان کی خاص اہمیت ہے اور مجید امجد کا فن ان میں بھی کسی نہ کسی حد تک اپنا اظہار کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔افتخار شفیع لکھتے ہیں:

''۔۔۔ پنے اجتہادی نقطۂ نظر سے ہٹ کر انھوں نے یہ سہرے روایتی ہیئت میں لکھے اور موضوعات میں جدّت کے ساتھ ساتھ روایتی انداز اپنایا۔ان میں استعمال ہونے والی سلکِ زر، شرفِ نسبتِ مکان شریف،سحرِ گُل اندوزیِ بیاں،زراہِ صدق،شعاعِ زر،فروغِ معنی،رمزِ کلام، زیبِ زندگی،ساعتِ نوریں،دُرِّ ثمیں،کنزِ طرب،سلکِ یاسمیں،برگِ دل،بہ طرفِ طرّۂ دستار،

سرودِ بربطِ راحت، متاعِ دامنِ گلزار، ثمن زارِ محبت، بہ صد سامانِ زیبائی، موجِ کوثریں، ابد کے گل کدوں، گُل کار، گُل فام، نکہت بار، رخِ نوشہ، گل انبار، نسیمِ آرزو، گلِ عارض اور یمنِ اہلِ حق جیسی دو لفظی اور سہ لفظی تراکیب منفرد اور اچھوتی ہیں اور مجید امجد کے جداگانہ شعری رنگ کی ترجمانی کرتی ہیں۔" (۷)

دوسرا مضمون عبدالسمیع کا تحریر کیا ہوا ہے۔ اس میں مجید امجد کی شاعری میں پائے جانے والے بچّے کے تصور کے بعض نادر پہلو سامنے لائے گئے ہیں۔ مثلاً

"۔۔۔ ایسا بچّہ جو معاشی ذمہ داریوں سے مجبور ہے، ایسا بچّہ جو خوش و خرم ہے، ایسا یتیم بچّہ جس کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔۔۔ وہ یتیم بچّہ۔۔۔ جس کا باپ سلطنت کی بقا اور حفاظت کے لیے شہید ہو گیا۔ اس بچّے کے ساتھ حکومت کے کارندے جیسا سلوک روا رکھتے ہیں اور جس طرح سے اس کی موت ہوتی ہے وہ تمام نظامِ حکومت اور عوام کے لیے مقامِ عبرت ہے۔۔۔" (۸)

اسی طرح اوورکوٹ پہننے والوں کے سامنے سردی میں ٹھٹھرتا ہوا کم لباس بچّہ یا سڑک پر ایکسیڈنٹ کا شکار ہونے والا وہ بچّہ جس کی متاع بھی چند ٹکوں میں بِک جاتی ہے۔ گویا عبدالسمیع نے اپنے مضمون میں ان بچّوں کی نشاندہی کی ہے جو مجید امجد کی شاعری کا حصّہ بنے ہیں اور ان کی شاعری کا یہ پہلو حساس دلوں پر چرکے لگاتا ہے۔

یوں تو مجید امجد کی پوری کی پوری شاعری مختلف حوالوں سے اعتبار رکھتی ہے تاہم ان کی دورِ آخر میں لکھی گئیں دو اڑھائی سو نظمیں نقادوں کے لیے بہت سے سوالات اٹھانے کا باعث بنی ہیں۔ ایک تو ان میں نثر کے قریب ایسا آہنگ اختیار کیا گیا ہے جو اردو میں لکھی گئی آزاد نظم میں ایک نئی چیز ہے اور عروض سے نابلد افراد کے لیے یہ آزاد نظمیں نثری نظمیں ٹھہریں۔ دوسرے یہ کہ ان نظموں کی معنویت بھی ابھی پوری طرح سے سامنے نہیں آئی۔ ان کے حوالے سے ناقدین افراط و تفریط کا بھی شکار نظر آتے ہیں۔ بعض نظمیں سہل الفہم ہیں جبکہ بعض نظموں کی تفہیم بہت مشکل محسوس ہوتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان نظموں کی قدر و قیمت کا صحیح تعین ہونا ابھی باقی ہے۔ ان نظموں کے حوالے سے بھی زیرِ مطالعہ مجلّے میں مندرجہ ذیل تین ۳ مقالے شامل ہیں:

۱۔ مجید امجد: شاعری کے آخری دور کی معنویت	تبسّم کاشمیری
۲۔ مجید امجد کے دورِ آخر کی شاعری کا لسانی جائزہ	رؤف پاریکھ
۳۔ مجید امجد کی آخری دور کی نظموں میں عصری حسیّت	احتشام علی

یہ تینوں مقالے مجید امجد کی دورِ آخر کی شاعری کے مختلف زاویوں سے مطالعے کی کوشش کا درجہ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر تبسّم کاشمیری نے اپنے مقالے میں ان نظموں کی معنویت کو سمجھنے سمجھانے کی سعی کی ہے۔ وہ معنویت کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرتے ہوئے ان نظموں میں اختیار کی گئی بحر کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس بحر اور اس کے استعمال نے بھی ان نظموں کے بیانیے کو تقویّت دی ہے۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ مذکورہ نظموں کا لسانی حوالے سے جائزہ

لیتے ہیں اور بحر، الفاظ اور افعال و مصادر کے حوالے سے میر کے ساتھ مجید امجد کی قربت کو دریافت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

> ''مجید امجد نے میر کی بحر، فعل کے استعمال اور لفظیات سبھی سے اثرات قبول کیے ہیں۔ ان کے ہاں لفظ اور اس کے مفاہیم کے شعور کے ساتھ لفظ کے صرفی اور صوتی اثرات کا احساس بھی ملتا ہے۔''(۹)

اس نقطۂ نظر سے کلّی اتفاق دشوار ہے۔ تاہم میر اور مجید امجد کی مماثلت کے حوالے سے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا نقطۂ نظر اپنے اندر انفرادیت ضرور رکھتا ہے اور یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ تخلیق کے ذاتی تخصّصات کے باوجود بڑے شاعروں کے ہاں بھی مماثلت کے پہلو نکل آتے ہیں۔ احتشام علی نے اپنے مضمون میں ان نظموں میں موجود عصری حوالوں کو فکری و فنی سطح پر تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مجید امجد کی تخلیقی شناخت کا اصل حوالہ تو نظم نگاری ہے۔ تاہم ان کے کلّیات میں غزلیں بھی اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کے ہم عصروں میں اُن کے سوا شاید فیض احمد فیض ہی وہ واحد شاعر ہیں جو نظم میں ترجیحاً تخلیقی اظہار کرنے کے باوجود ایک اہم غزل گو قرار دیے جا سکتے ہیں۔ دونوں کے مزاج مختلف ہیں، تاہم مجید امجد بھی غزل کے حوالے سے ایک قد آور شاعر ہیں۔ ان کی غزل کا نادر انداز قاری کو اپنی طرف ضرور متوجّہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض ناقدین نے بھی ان کی غزل پر مضامین قلم بند کیے ہیں۔ زیرِ نظر مجلّے میں بھی مندرجہ ذیل تین ۳ مضمون دکھائی دیتے ہیں جو مجید امجد کی غزل کے جائزے پر مبنی ہیں:

۱۔ مجید امجد کی غزل۔ ایک تجزیہ	ثمینہ ندیم
۲۔ مجید امجد کی غزل	منور ہاشمی
۳۔ مجید امجد کی غزل گوئی	محمد شہباز

مذکورہ مقالوں میں کچھ زیادہ گہرائی تو نہیں، البتہ ان سے مجید امجد کی غزل گوئی کے بارے میں بنیادی نوعیت کی معلومات ضرور فراہم ہو جاتی ہیں۔

بڑے تخلیق کاروں کی عظمت ان کی انفرادیت میں مضمر ہوتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کے ہاں اثر پذیری کے شواہد نہ ملتے ہوں۔ اسی طرح ہم عصر شعرا کے ساتھ مماثلت اور مغائرت دونوں طرح کے پہلو مل جاتے ہیں۔ اس ضمن میں مجید امجد کو بھی استثنا حاصل نہیں۔ مجلّہ بازیافت کے مجید امجد نمبر میں اس حوالے سے بھی تین مقالے شامل ہیں۔ ایک مقالہ یاسمین کوثر کا ہے جو 'مجید امجد پر اقبال کے اثرات' کے زیرِ عنوان ہے اور اس میں مجید امجد کی شاعری پر، خاص طور سے ابتدائی دور کی شاعری پر اقبال کے اثرات دکھائے گئے ہیں۔ اسی طرح ایک مقالہ 'مجید امجد اور سہراب سپہری کی شاعری میں موت۔۔۔' ہے جو وفا یزدان منش اور سمیرا گیلانی کی مشترکہ کاوش ہے۔ اس مقالے میں جدید ایرانی شاعر سہراب سپہری اور مجید امجد کی شاعری میں

موت کے تصوّر کے بارے میں تصاویر، تعابیر اور معانی کے ضمن میں پائے جانے والے اشتراکات بیان کیے گئے ہیں۔ مجید امجد کے ہم عصر شعرا کے حوالے سے زیرِ نظر جریدے میں ایک مقالہ محمد فخر الحق نوری کا بھی ہے۔ اس مقالے کا عنوان 'مجید امجد اور ہم عصر نظم گو شعرا (ایک تمہید)' ہے۔ اس مقالے میں مجید امجد کے علاوہ ن م راشد، فیض احمد فیض، میرا جی اور اختر الایمان کی شاعری زیرِ مطالعہ آئی ہے اور سب شاعروں کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے مجید امجد کی انفرادیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ محمد فخر الحق نوری کا نقطۂ نظر یہ ہے:

> ''شعر و ادب کا سچّا اور خالص طالب علم یا نقاد کسی کا یہ مطالبہ پورا نہیں کرسکتا کہ وہ خود کو محض اس کے کسی پسندیدہ تخلیق کار تک محدود کر لے۔ میں شعر و ادب کی تفہیم و تحسین اور شعرا و ادبا کی قدر و منزلت کے تعیّن کے معاملے میں ایسے مفروضوں کا قائل نہیں ہوں۔ جہاں تک تقابلی مطالے کا تعلّق ہے، یہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ مختلف ہم عصر شعرا و ادبا کے تخصّصات اور انفرادی رجحانات سامنے آسکیں۔ اصل میں ہماری ذوقی تربیت معاندانہ نہیں، مفاہمانہ انداز میں ہونی چاہیے تاکہ ہم ایک ہی وقت میں مختلف ذائقوں، رنگوں اور خوشبوؤں سے حظ اٹھا سکیں۔''(۱۰)

چنانچہ یہ مقالہ اس نقطۂ نظر کا عملی اظہار ہے۔ اس میں مجید امجد اور ان کے عہد کے چار بڑے شاعروں کے خصائص بیان کیے گئے ہیں اور مجید امجد کی شاعری کے ان پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان کی الگ اور منفرد پہچان بناتے ہیں۔

بازیافت۔ مجید امجد نمبر کا آخری حصّہ نقد الانتقاد کے دائرے میں آتا ہے۔ طارق حبیب کا مقالہ 'مجید امجد شناسی میں ڈاکٹر وزیر آغا کا حصّہ' مجید امجد کے نہایت اہم نقاد ڈاکٹر وزیر آغا کی تحریروں کے تعارفی اور تجزیاتی مطالعے پر مشتمل ہے۔ اس میں بالخصوص مجید امجد کی شاعری کو توازن کی مثال قرار دینے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی داستانِ محبت کے منتشر نقوش کو مربوط کرنے کے حوالے سے ڈاکٹر وزیر آغا کی تحریروں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ مقالہ نگار اپنے ممدوح سے مرعوب دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک مقالہ محمد الیاس کبیر کا ہے جس کا موضوع 'مجید امجد کے نقاد (مجید امجد پر مطبوعہ تنقیدی کتب کا مطالعہ)' ہے۔ جیسا کہ عنوان ہی سے ظاہر ہے اس مضمون میں ان کتابوں کا جائزہ لیا گیا ہے جو مجید امجد پر قلم بند کی گئی ہیں۔ یہ جائزہ محض تبصروں سے بلند تر ہے اور اس میں مختلف نقادوں کی مختلف تحریروں کا تحلیل و تجزیہ شامل ہے۔ زیرِ بحث جریدے میں شامل آخری تحریر محمد ہارون عثمانی کا تبصرہ ہے جو انھوں نے 'جہانِ مجید امجد: ایک مطالعہ' کے زیرِ عنوان ڈاکٹر اسلم ضیاء کی عنوان میں مذکور نام کی کتاب پر لکھا ہے۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں پیش کردہ تجزیاتی مطالعے سے ظاہر ہے، بازیافت کا مجید امجد نمبر ایک مفصّل نمبر ہے۔ اس میں مجید امجد کی شخصیت اور ان کی شاعری کے متنوع پہلوؤں کو مختلف زاویوں سے موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ مجلّہ القلم۔ جھنگ کے مجید امجد نمبر کے بعد اس موضوع پر سب سے ضخیم نمبر ہے۔ اس میں شامل کم

وبیش تمام تحریریں نئی اور تازہ ہیں۔ اسے شعبۂ اردو اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کی ایک قابلِ قدر کاوش قرار دیا جاسکتا ہے۔

نمودِ حرف

زیرِ نظر رسالہ مجید امجد صدی کے موقع پر شائع ہونے والا تیسرا اہم رسالہ ہے۔ اس کا آغاز ۲۰۱۴ء ہی میں لاہور سے ہوا تھا۔ یہ ایک ماہنامہ ہے جس کے سرپرست ڈاکٹر تبسّم کاشمیری جب کہ مدیر عمران پاشا ہیں۔ نائب مدیروں میں عامر نعمان اور میمونہ سحر کے نام جب کہ مدیرانِ اعزازی میں عرفان پاشا اور آسیہ رانی شامل ہیں۔ مدیرِ منتظم کے طور پر محمد اقبال چیمہ کا نام درج کیا جاتا ہے۔ اس جریدے کی قومی اور بین الاقوامی مجالسِ مشاورت بھی ہیں جن میں ملکی و بین الاقوامی سطح کے چند بڑے نام شامل ہیں۔ **نمودِ حرف** کا زیرِ نظر شمارہ تین شماروں کا مجموعہ ہے۔ یہ جلد ۱ کے شمارہ ۸، ۹، ۱۰ بابت اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۱۴ء کی کلّی صورت ہے۔ یعنی تین ماہ کے شماروں کو یکجا کر کے ایک ضخیم مجید امجد نمبر تشکیل دیا گیا ہے جس کے ۲۱۶ صفحات ہیں۔ یہ شمارۂ مسلسل ۶ ہے۔ یوں تو یہ 'جدید رجحانات کا حامل کثیر لسانی تحقیقی جریدہ' ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے مگر زیرِ نظر نمبر اردو زبان ہی میں ہے۔ اس التزام کے ساتھ کہ ہر مقالے پر انگریزی Abstract درج کیا گیا ہے۔ اس نمبر کی شانِ نزول یہ ہے کہ **نمودِ حرف** کے ادارے نے ۱۵۔ دسمبر ۲۰۱۴ء کو الحمرا۔ لاہور میں مجید امجد صدی کانفرنس کا انعقاد کیا تھا۔ اس کانفرنس میں شریک مندوبین نے جو تحریریں نذرِ سامعین کیں، انھیں اور مجید امجد صدی کی مناسبت سے ادارہ **نمودِ حرف** کو بعد میں ملنے والی تحریریں اس رسالے میں یکجا کر دی گئی ہیں۔ اس امر کی وضاحت یک صفحی اداریہ میں یوں کی گئی ہے:

> ''۲۰۱۴ء کو سالِ مجید امجد قرار دیا گیا۔ اس ضمن میں متعدّد اداروں اور تنظیموں نے مجید امجد صدی کے حوالے سے تقریبات کا اہتمام کیا۔ ادارہ **نمودِ حرف** نے بھی اس سلسلے میں ۱۵۔ دسمبر ۲۰۱۴ء کو الحمرا ہال نمبر ۲، مال روڈ، لاہور میں 'مجید امجد صدی کانفرنس' کا انعقاد کیا... کانفرنس کے مقرّرین اور دیگر مصنّفین سے حاصل شدہ مقالات اس شمارے کی زینت ہیں اور اس کو ہم نے اسی مناسبت سے **نمودِ حرف** کا 'مجید امجد صدی نمبر' کہنے کی جسارت کی ہے۔ مجید امجد کی شخصیت اور فن کو سمجھنے کے لیے یہ نمبر یقیناً بہت مدد و معاون ثابت ہوگا اور آئندہ محقّقین کے لیے امجد شناسی کے کئی نئے در وا کرے گا۔''(۱۱)

اس شمارے کے آخر میں مذکورہ کانفرنس کی روداد شامل کر دی گئی ہے جو نائب مدیر عامر نعمان پاشا نے قلم بند کی ہے۔ اسی طرح نوادراتِ مجید امجد کے زیرِ عنوان قاضی حبیب الرحمان، اور ڈاکٹر محمد اسلم ضیاء، ریٹائرڈ اساتذۂ شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج ساہیوال کی فراہم کردہ مجید امجد کی بعض نایاب تحریریں شامل کی گئی ہیں۔ اسی طرح قاضی حبیب الرحمان کی تحریر 'بیاضِ امجد سے ایک ورق' بھی اسی نوع کی تحریر ہے۔ اس میں مجید امجد کے ہاتھ سے لکھی

ہوئی ایک نظم کا عکس شامل ہے۔ رسالے کے آخری صفحے پر مجید امجد صدی نمبر کے لیے سیّد انتخاب علی کمال کی صنعتِ توشیح میں لکھی گئیں تاریخیں مندرج ہیں۔ تاریخ گوئی ہمارے روایتی فنون میں شامل ہے۔ عصرِ حاضر میں اس کی مہارت رکھنے والے افراد معدوم ہوتے جا رہے ہیں۔ سیّد انتخاب علی کمال ماہرِ فن معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے مجید امجد کے نام کے تمام حروف سے آغاز کرتے ہوئے مادہ ہائے تاریخ نکالے ہیں۔ ان تحریروں کے علاوہ اس رسالے میں مجید امجد کے حوالے سے لکھے گئے مضامین و مقالات کی تعداد بیالیس ۴۲ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ ان مقالات و مضامین کے لکھنے والے زیادہ تر نوجوان ہیں۔ تاہم سینئر اہلِ قلم مثلاً ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر سعادت سعید، ڈاکٹر زاہد منیر عامر وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ایک مقالہ ڈاکٹر رغبت شمیم ملک کا تحریر کردہ ہے جو بھارت سے ہیں۔ یہاں ہم تمام مقالوں اور مقالہ نگاروں کے ناموں کی فہرست درج کرتے ہیں تا کہ لکھے گئے مقالات و مضامین اور لکھنے والوں کے تنوع اور رنگارنگی کا اندازہ لگایا جا سکے:

۱۔ مجید امجد کی نشاۃ الثانیہ	ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا
۲۔ مجید امجد: فطرت اور ماحول کا شاعر	ڈاکٹر رغبت شمیم ملک (بھارت)
۳۔ مجید امجد کی شاعری کے بارے میں چند کلمات	ڈاکٹر سعادت سعید
۴۔ مجید امجد اور جدید طرزِ احساس	ڈاکٹر ریاض قدیر
۵۔ المیہ اور روشنی (مجید امجد کی ایک نظم کا مطالعہ)	ڈاکٹر زاہد منیر عامر
۶۔ بیادِ مجید امجد: یہ دنیائے امروز میری ہے	ڈاکٹر محمد کامران
۷۔ مجید امجد اور وقت کی پراسراریت	ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی
۸۔ مجید امجد کے دورِ آخر کے کلام پر ایک نظر	ڈاکٹر ناصر عبّاس نیّر
۹۔ مجید امجد کی نظم میں سیاسی اور سماجی شعور	پروفیسر امجد علی شاکر
۱۰۔ ''پنواڑی'' کا کردار اور عام آدمی کی سماجیات	ڈاکٹر طارق ہاشمی
۱۱۔ روح کی راکھ کا نوحہ گر: مجید امجد	ڈاکٹر افتخار بیگ
۱۲۔ پردہ در پردہ، حجاب اندر حجاب......!	علی اصغر عبّاس
۱۳۔ کلامِ مجید امجد کا تدوینی منظر نامہ	خرم عبّاس ورک
۱۴۔ مجید امجد: زمان و مکاں کی وسعتوں میں تنہا وجود	محمد اعجاز الحق
۱۵۔ مجید امجد کی شخصیاتی نظمیں	محمد عرفان احسن پاشا
۱۶۔ مجید امجد: کربِ مسلسل کی داستان	محمد رفیق ساگر
۱۷۔ مجید امجد کی نظمیں: صوتیات کے تناظر میں	خادم حسین رائے
۱۸۔ فنِ دیباچہ نگاری اور مجید امجد	اللہ یار ثاقب/محمد رفیق الاسلام

۱۹۔ مجید امجد کی تین نظمیں	ڈاکٹر سلیم سہیل
۲۰۔ مجید امجد: ایک باریک بین شاعر	آسیہ رانی
۲۱۔ مجید امجد کا شعری جمال اور فکری ترفّع	محمد اکرام خالد
۲۲۔ مجید امجد کی ادبی جہتیں	ڈاکٹر عطاالرحمٰن میو
۲۳۔ مجید امجد کا تصوّرِ تنہائی	محمد افتخار شفیع / ندیم عبّاس اشرف
۲۴۔ مجید امجد کی نظم 'امروز': ایک مطالعہ	امتیاز علی
۲۵۔ مجید امجد کی دو نظمیں	زاہدہ خالد
۲۶۔ مجید امجد کا سماجی شعور	ڈاکٹر عابدہ بتول
۲۷۔ مجید امجد کی شاعری میں وقت کے مختلف حوالوں کا امتزاج	سدرہ صابر
۲۸۔ مجید امجد کی غزل	مظہر بخاری
۲۹۔ مجید امجد کی نظموں میں تجسیم شدہ کردار	بشریٰ شیریں
۳۰۔ مجید امجد کے مشاہدات کی ہیئت اور عصرِ حاضر	راؤ شفیق احمد
۳۱۔ مجید امجد: روایت شکن، روایت ساز	ڈاکٹر شہزاد انصر
۳۲۔ مجید امجد کی شعری جہات	یاسمین سرور
۳۳۔ عصرِ حاضر کا احساسِ تنہائی اور مجید امجد	لالہ رُخ
۳۴۔ مجید امجد شناسی کی روایت: ایک جائزہ	میمونہ سحر
۳۵۔ ادبی کہکشاں سے ٹوٹا ہوا ستارہ: مجید امجد	خرّم سہیل
۳۶۔ مجید امجد کی واقعاتی شاعری	محمد ساجد راؤ
۳۷۔ مجید امجد: فکر، تہذیب اور علامت کا شاعر	محمد طارق
۳۸۔ مجید امجد اور جدید نظم	عبدالرحمٰن بٹ
۳۹۔ مجید امجد: احوال و آثار	ڈاکٹر اظہار احمد گلزار
۴۰۔ مجید امجد کی شاعری میں ہندی عناصر	محمد عمران تبسّم
۴۱۔ مجید امجد کی شاعری: پنجابی زبان کے تناظر میں	محمد عمران الحسن پاشا
۴۲۔ شہرِ مجید امجد ساہیوال کا تاریخی منظر نامہ	محمد ایاز راہی

اس فہرست کو دیکھتے ہوئے چند اہم نکات کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ اوّل یہ کہ یہ فہرست اہلِ قلم کے حوالے سے مختلف ادوار کے لکھنے والوں کا احاطہ کرتی ہے۔ یعنی اس میں ایک طرف ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا جیسے سینئر ترین مجید امجد شناس ہیں تو دوسری طرف ایم۔اے اردو کے بعض موجودہ طالب علم مثلاً میمونہ سحر شامل ہیں۔

ان ناموں کے درمیان ہر مکتبۂ فکر کے لکھنے والے اس فہرست کا حصہ ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس فہرست میں شامل مضامین و مقالات میں بھی بہت تنوع اور رنگارنگی پائی جاتی ہے۔ اگر چہ فہرست سازی کرتے ہوئے حسنِ ترتیب کا موضوعاتی حوالے سے بھی اہتمام کیا جا سکتا تھا اور اس ضمن میں نمودِ حرف میں ایک کمی کا احساس ہوتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اس میں مجید امجد کی شخصیت، ان کی شاعری کے موضوعات ان کے فن اور اسلوب اور اسی طرح سے ان کے عہد، ماحول اور تخلیقی پس منظر کے حوالے سے مقالات و مضامین قلمبند کروا کر شامل کیے گئے ہیں۔ اسی طرح بعض مضامین منتخب نظموں کے تجزیاتی مطالعات پر مبنی ہیں۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر زاہد منیر عامر نے اپنے مضمون کی بنیاد مجید امجد کی نظم '۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء' کو بنایا ہے جو سقوط ڈھاکہ کے پس منظر میں لکھی گئی تھی۔ ڈاکٹر طارق ہاشمی کے مضمون کا موضوع معروف نظم 'پنواڑی' ہے۔ ڈاکٹر سلیم سہیل نے مجید امجد کی تین نظموں 'حرفِ اول'، 'زندگی اے زندگی' اور 'آوارگانِ فطرت سے' کو بنیاد بناتے ہوئے ان کے تخلیقی عمل اور اس کے محرکات وعوامل کے ساتھ ساتھ ان کے نظریۂ فن کی تفہیم کی کوشش کی ہے۔ امتیاز علی کا مضمون مجید امجد کے تصورِ وقت کی آئینہ دار نظم 'امروز' کے تجزیے پر مبنی ہے۔ زاہدہ خالد نے اپنے مضمون میں 'آٹوگراف' اور 'منٹو' کو موضوع بناتے ہوئے اہلِ فن کی ناقدری اور ساتھ ساتھ اہمیت کو اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ ایسی نظمیں مجید امجد کے اہم تصورات کو سمجھنے میں معاونت کرتی ہیں اور مقالہ نگاروں نے اپنے اپنے انداز میں انھیں منکشف کرنے کی سعی کی ہے۔ مجید امجد کی شاعری اپنے اسلوب کے تنوع اور فنی عناصر کے استعمال کی گوناگوں صورتوں کے حوالے سے بھی جاذبِ توجہ ہے۔ اس ضمن میں خادم حسین رائے پوری، محمد عمران تبسّم اور عمران الحسن پاشا کے مضمون بطور خاص دیکھے جا سکتے ہیں۔ خادم حسین رائے پوری نے مجید امجد کی شاعری کو صوتیات کے حوالے سے، محمد عمران تبسّم نے ہندی عناصر کے ضمن میں اور عمران الحسن پاشا نے پنجابی زبان کے تناظر میں دیکھا ہے۔ اگر چہ مجید امجد بنیادی طور پر نظم کے شاعر ہیں تاہم انھوں نے اچھی خاصی تعداد میں غزلیں بھی لکھی ہیں اور ان کی غزلیں اپنے اندر حُسنِ تغزل کے ساتھ ساتھ جدید رمزیت بھی رکھتی ہیں۔ زیرِ نظر مجلّے میں مجید امجد کی غزل کے حوالے سے صرف ایک مضمون شامل ہے جو مظہر بخاری کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے سوا تمام مضامین و مقالات مجید امجد کی نظم کے حوالے سے شامل کیے گئے ہیں۔ کہیں ان کی شخصیت کو ان کی نظموں میں تلاش کیا گیا ہے اور کہیں ان کے عہد کی سیاست اور سماجی منظرنامے کو ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تمام مضامین و مقالات اپنی اپنی جگہ اہمیت رکھتے ہیں۔ یہاں ہم ایک مضمون کا حوالہ دینا چاہتے ہیں جو مجید امجد کے لکھے ہوئے دیباچوں کے حوالے سے اللہ یار ثاقب اور محمد رفیق الاسلام نے مشترکہ طور پر قلمبند کیا ہے۔ اس میں مجید امجد کی دیباچہ نگاری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجید امجد کے دیباچے بھی ان کے تبرّکات میں شامل ہیں۔ مجلّے میں شامل پہلا مضمون معروف مجید امجد شناس خواجہ محمد زکریا کا تحریر کردہ ہے جس میں اُس سفر کو بیان کیا گیا ہے جو مجید امجد کو بہت حد تک نظرانداز کرنے سے شروع ہوا مگر اب اس منزل پر آن پہنچا ہے جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مجید امجد کو ادبی حلقوں میں ایک نئی زندگی مل چکی ہے۔

مجید امجد کی نشاۃ الثانیہ کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے کئی اسباب گنوائے ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

''مجید امجد کی اس نشاۃ الثانیہ کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے پہلا سبب یہ ہے کہ ان کی شاعری اب متعدد یونیورسٹیوں کے نصابات کا حصّہ بن چکی ہے۔ علاوہ ازیں انٹرمیڈیٹ اور بی۔اے کے نصابات میں بھی ان کی کئی نظمیں شامل کی جا چکی ہیں۔ چنانچہ اساتذۂ کرام ان کے کلام سے آشنا ہو رہے ہیں اور ان کی وجہ سے طلبہ بھی امتحانی ضروریات کے سبب ان کی نظموں کو پڑھتے ہیں اور چونکہ اس شاعری میں توانائی ہے اس لیے اساتذہ و طلبہ اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔''(۱۲)

اسی طرح ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے مجید امجد کی شاعری کے اس حصّے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو تفہیم کے اعتبار سے زیادہ دقّتوں کا حامل نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایسی شاعری بھی مجید امجد کو مقبول کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ رقم طراز ہیں:

''جدید شاعری رفتہ رفتہ خاصی مبہم اور پیچیدہ ہوتی جا رہی ہے اور قاری سے بہت دور ہو گئی ہے۔ چند گِنے چُنے لوگ ہیں جو اس شاعری کی تفہیم اور تحسین کر سکتے ہیں۔ اگرچہ مجید امجد بھی بہت سے مقامات پر خاصا مشکل اور مبہم ہے تاہم اپنے نامور معاصرین کے برخلاف اس کی شاعری کا اچھا خاصا حصّہ ایسا ہے جو اوسط درجے کے قاری کی سمجھ میں آ جاتا ہے اور اس قسم کی شاعری میں وہ انفرادیت، حُسن اور تاثیر برقرار رکھتا ہے۔ مجید امجد کی نشاۃ الثانیہ کا ایک بڑا سبب اس کی یہی شاعری ہے۔''(۱۳)

بیسویں صدی کی چوتھی دہائی اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ اس میں جدیدیت (Modernism) کی تحریک شروع ہوئی اور اس تحریک کو آغاز میں تصدّق حسین خالد، میراجی اور ن م راشد جیسے شاعروں نے اعتبار عطا کیا۔ بعد میں جدید طرزِ احساس کے حوالے سے شعرا کا ایک قافلہ بنتا چلا گیا۔ مجید امجد بھی ان شعرا میں آتے ہیں جو جدید طرزِ احساس کے حامل ہیں۔ اگرچہ یہ کسی خاص پلیٹ فارم سے وابستہ نہ ہوئے تاہم ان کا ذہنی رشتہ جدیدیت کی اس تحریک کے ساتھ جڑا رہا، جسے حلقۂ اربابِ ذوق نے پروان چڑھایا۔ ڈاکٹر ریاض قدیر کا مضمون مجید امجد کی شاعری میں موجود جدید طرزِ احساس کو اجاگر کرتا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

''چند ابتدائی نظموں سے قطع نظر بیشتر نظموں اور غزلوں میں مجید امجد کے سوچنے اور بیان کرنے کا انداز نیا ہے اور انھوں نے روایتی بندھنوں سے آزاد ہو کر اپنی انفرادیت کو نمایاں کیا ہے۔ وہ نئے خیالات اور نئے اسالیب کی نہ صرف جستجو کرتے ہیں بلکہ نئے خیالات کو نئے پیرایوں میں ڈھالنے کی بے پناہ قدرت بھی رکھتے ہیں۔ انھوں نے پوری عمر شعر اور نظم کی صورت گری پر غور و فکر کرنے میں بسر کی۔ لفظ کی صداقت، صلاحیت اور اس کے معنیاتی ابعاد پر غور کیا۔ اردو زبان میں اظہار کی

ممکنہ وسعتوں اور امکانات کو دریافت کیا اور اردو زبان کے جملہ امکانات کو بروے کار لاتے ہوئے اردو شاعری کو اظہار کے نئے پیرایوں سے روشناس کیا۔'' (۱۴)

بحیثیت مجموعی **نمودِ حرف** کا مجید امجد صدی نمبر اپنے اندر مقالات کی موضوعات اور ان کے لکھنے والوں کے حوالے سے بہت رنگارنگی رکھتا ہے۔ مجید امجد شناسی کے میدان میں اس رسالے کو بھی اہم گردانا جائے گا۔

زبان و ادب

ہائر ایجوکیشن کمیشن کا منظور شدہ یہ تحقیقی وتنقیدی مجلّہ شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد سے شائع ہوتا ہے۔ یہ ششماہی مجلّہ ہے۔ اس کے شمارہ ۱۴، بابت جنوری تا جون ۲۰۱۴ء میں، جس کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر ہمایوں عبّاس اور مدیر ڈاکٹر شبیر احمد قادری ہیں، مجید امجد کی صد سالہ تقریبات کی مناسبت سے ایک گوشہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اس گوشے میں مندرجہ ذیل تحریریں شامل ہیں:

۱۔ مجید امجد کا تصورِ فن۔ آزاد نظم اور امیجری کے تناظر میں — ڈاکٹر نعیم بزمی (۱۵)
۲۔ مجید امجد اور پاک و ہند محاربے۔ ایک مطالعہ — محمد افتخار شفیع (۱۶)
۳۔ مجید امجد کا سائنسی شعور — ڈاکٹر سعید احمد
۴۔ مجید امجد کا سیاسی شعور — ڈاکٹر شاہد اشرف

زبان و ادب کے اس شمارے کا کم و بیش ایک چوتھائی حصّہ گوشۂ مجید امجد کے لیے مختص ہے جو جریدے کے اردو حصّے کے آخر میں قائم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد چند صفحات تبصرۂ کتب اور ایک انگریزی آرٹیکل کے لیے مختص ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا عنوانات سے ظاہر ہے، پہلا مقالہ مجید امجد کی شاعری میں پائی جانے والی آزاد نظموں اور ان میں موجود تمثالوں کے مطالعے پر مشتمل ہے۔ مجید امجد کے ہاں اپنے عہد کے تمام شعرا سے زیادہ ہیئتی تنوع پایا جاتا ہے۔ انھوں نے پابند ہیئتوں میں بھی نظمیں لکھی ہیں اور آزاد نظم کی ہیئت کو بھی اختیار کیا ہے جو ان کے عہد میں سب سے زیادہ مقبول ہونے والی ہیئت ہے۔ انھوں نے مخلوط ہیئتوں میں بھی نظمیں لکھیں اور ہیئتی تجربات بھی کیے۔ ان کی آزاد نظمیں وقت کے ساتھ ساتھ ایک خاص طرح کی نادرالکلامی، ابہام اور مخصوص آہنگ کی طرف سفر کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اس مقالے میں ان کی آزاد نظموں کو بطورِ خاص موضوع بناتے ہوئے مجید امجد کے فنِ تمثال کاری کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نعیم بزمی نے جدید اردو نظم میں تمثال کاری کے حوالے سے پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ قلم بند کیا تھا۔ ان کا یہ مضمون اسی کی عطا ہے۔ انھوں نے دیہی اور قصباتی پس منظر کے حامل مجید امجد کے مرغوب لینڈ سکیپ کی تمثالیں بھی دکھائی ہیں اور حسّی اور عقلی سطح پر بروے کار آنے والے امیجری کے مختلف حربوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ مجید امجد کی انفرادیت ان کی ساکن اور متحرک ہر طرح کی تمثالوں میں بھی ظاہر ہوئی ہے۔ یہ مضمون اس امر کو عیاں کرتا ہے۔ یہاں ڈاکٹر نعیم بزمی کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''مجید امجد کی آزاد نظموں کا اختصاصِ اوّلین امیجری ہے۔ مجید امجد کی آزاد نظمیں اپنے پیش رو

کے مقابلے میں امیجری سے زیادہ گراں بار ہیں۔ مجید امجد نے امیجری کے توسط سے ہر قسم کے موضوع کو شاعری میں پیش کیا ہے۔ ان کی امیجری کے نو بہ نو زاویوں اور اسالیب نے ہیئتی تنوع اور گونا گونی کو بھی نمویاب کیا ہے۔''(۱۵)

کہا جاتا ہے کہ 'حُبُ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانْ'۔ یہ محبّت اُس وقت اور بھی زیادہ جاگتی ہے جب وطنِ عزیز کے دشمن نے اُسے للکارا ہو۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان دشمنی کا جو بیج آغاز ہی میں بو دیا گیا تھا، اُس کے نتیجے میں دونوں ملکوں کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگیں تو خاص طور پر بہت تباہی کا باعث بنیں۔ مجید امجد نے ان جنگوں کے پس منظر میں بھی کچھ نظمیں لکھی ہیں جو ان کے قومی درد کی آئینہ دار ہیں۔ مثلاً ان کی نظم 'اے قوم' ۱۹۷۱ء کی جنگ کے پس منظر میں لکھی گئی ہے۔ یہ نظم مجید امجد کی حبِ وطن سے بھی لبریز ہے اور قوم کے لیے ایک پیغام کا درجہ بھی رکھتی ہے۔ یاد رہے کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے نتیجے میں پاکستان دولخت ہو گیا تھا اور سقوطِ ڈھاکا کا سانحہ برداشت کرنا پڑا تھا۔ مجید امجد ایک طرف تو قوم کو جرات مندانہ قدم اٹھانے کی ترغیب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ

بندوق کو بیانِ غمِ دل کا اِذن دے
اک آگ بن کے پوربوں اور پچھموں میں جی

اور دوسری طرف اپنے مقدس غموں کو ہمیشہ یاد رکھنے کی تلقین کرتے ہیں:

وہ مائیں جن کے لال لہو میں نہا گئے
صدیوں اب ان کے آنسوؤں ، اکھڑے دموں میں جی

محمد افتخار شفیع نے اپنے مقالے میں پاک بھارت جنگوں کے حوالے سے لکھی گئیں مجید امجد کی ایسی ہی نظموں کا ایک کُلّی مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مضمون کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مجید امجد اپنی دھرتی سے کس قدر جُڑے ہوئے تھے اور ان کی شاعری محض اپنی ذات کے لیے نہ تھی بلکہ اپنے ہم وطنوں کے لیے بھی تھی۔ محمد افتخار شفیع مجید امجد کی پاک بھارت جنگوں کے حوالے سے تخلیق کردہ شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مجید امجد کی پاک بھارت محاربوں کے حوالے سے تخلیق کردہ شاعری میں موجود علامتیں، تمثالیں اور پیکریت دراصل ایک ایسے منظرنامے کو تشکیل دیتی ہے جہاں المیاتی فضا جنم لیتی ہے۔ مجموعی طور پر غم واندوہ کی فضا غالب ہے۔ یہ شاعری قبائلی جذباتیت یا وقتی نعرہ بازی نہیں، بلکہ زندگی کے تمام تر موضوعات پر اثر انداز ہوتی دکھائی دیتی ہے۔''(۱۶)

ادب اور سائنس کے حوالے سے ایک عامیانہ خیال یہ ہے کہ ان دونوں میں تضاد کا رشتہ پایا جاتا ہے۔ لیکن اہلِ نظر جانتے ہیں کہ شاعری کا معنوی تعلق شعور کے ساتھ ہے اور شعور کی نوعیت کچھ بھی ہو سکتی ہے۔ اہم بات یہ ہوتی ہے کہ کسی بھی نوع کے شعور کو کسی شاعر نے کس حد تک تخلیقی سطح پر پیش کیا ہے۔ کیا وہ اسے شاعر کے

طور پر پیش کرنے میں کامیاب ہو سکا ہے۔ مجید امجد بیسویں صدی کے ایسے شاعر ہیں جنھوں نے جدید سائنسی علوم کو اپنی شاعری کا حصّہ بنایا۔ ان سے پہلے بھی اس حوالے سے جزوی مثالیں مل جاتی ہیں، مگر مجید امجد نے اپنے گرد و پیش کی زندگی کو اپنے سائنسی شعور کے ساتھ جوڑ کر دیکھنے کی تخلیقی کاوش کی۔ ڈاکٹر سعید احمد نے اپنے مقالے میں مجید امجد کے اسی سائنسی شعور کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے مختلف نظموں کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ مجید امجد عمیق سائنسی شعور رکھتے تھے اور انھوں نے اسے بہت عمدگی کے ساتھ اپنی شاعری کا حصّہ بنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''مجید امجد کی شاعری کا کینوس بے حد وسیع اور رنگا رنگ ہے۔ مجید امجد نے اپنی ذات سے کائنات تک کے مختلف مناظر اور مظاہر تک کے بیان میں تعمقِ فکر کا ثبوت دیا ہے۔...... بلا شبہ مجید امجد کی شاعری میں سائنسی شعور پوری گہرائی اور گیرائی کے ساتھ موجود ہے اور یہ صفت انھیں معاصر شعرا میں ایک ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔'' (۱۷)

مجید امجد کو کسی بندھے ٹکے مفہوم میں سیاسی شاعر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مگر وہ اپنے عہد کی سیاست سے بیگانہ نہیں تھے۔ وہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والی سیاسی تبدیلیوں اور عالمِ انسانی پر رونما ہونے والے ان کے اثرات سے پوری طرح واقف تھے۔ چنانچہ انھوں نے بہت سی نظموں میں اپنے سیاسی شعور کا اظہار کیا ہے۔ لیکن یہ اظہار پراپیگنڈا کی سطح پر نہیں ہوا، بلکہ مجید امجد نے شاعری کے بنیادی تقاضوں کو ہر مقام پر پورا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی پسند شعرا کے ساتھ موضوعاتی مماثلت کے باوجود اُن کا فنی طریقِ کار اور تخلیقی اظہار بہت مختلف ہے۔ ڈاکٹر شاہد اشرف نے اپنے مختصر مقالے میں مجید امجد کے اسی سیاسی شعور کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی تحریر اس اعتبار سے اہم ہے کہ انھوں نے سیاسی تناظر میں کی گئی شاعری کی تعبیر و تشریح کرنے کی طرف توجہ دی ہے۔

پیلوں

یہ پیلھوں پبلی کیشنز، ملتان سے شائع ہونے والا سہ ماہی مجلّہ ہے جس کے مدیر ڈاکٹر انوار احمد جبکہ معاون مدیران ڈاکٹر عامر سہیل، محمد عارف، عمران میر اور سجاد نعیم ہیں۔ اس کی مجلسِ مشاورت میں ڈاکٹر یوسف خشک، ڈاکٹر قاضی عابد اور ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی شامل ہیں۔ اس مجلّے کا شمارہ ۷، بابت جولائی تا ستمبر ۲۰۱۴ء اس اعتبار سے منفرد شناخت کا حامل ہے کہ اس میں تین شاعروں، مجید امجد، استاد دامن اور عاشق بزدار کے حوالے سے خصوصی گوشے قائم ترتیب دیے گئے ہیں۔ پہلا گوشہ مجید امجد سے متعلق ہے جس کا آغاز 'مجید امجد صدی پر' کے زیرِ عنوان غضنفر عباس سیّد کی غزل کی ہیئت میں تحریر کردہ مدحیہ نظم سے ہوتا ہے۔ اس کا مطلع و مقطع ملاحظہ ہو:

بیاضِ نازک کے رازداں ہیں مجید امجد
شبِ گذشتہ کی داستاں ہیں مجید امجد

کچھ اس سلیقے سے اس جہاں سے گئے غضنفر
رہِ فنا پر بھی جاوداں ہیں مجید امجد

گوشۂ مجید امجد میں اس نظم کے بعد کم و بیش ایک سو چھتیس ۱۳۶ صفحات پر مشتمل متنوع موضوعات پر قلم بند کی گئیں مندرجہ ذیل سولہ ۱۶ نثری تحریریں شامل ہیں:

۱۔ وہ چہرہ اب بھی روشن ہے	یوسف تنویر
۲۔ شب رفتہ کا فکری و جذباتی کینوس	ڈاکٹر سعادت سعید
۳۔ مجید امجد کی نظم نگاری و شعریات کے اہم پہلو (ایک جائزہ)	ڈاکٹر ناصر عباس نیّر
۴۔ مجید امجد کی غزل	سرور الہدیٰ
۵۔ مجید امجد ــــ شعری وژن کا انمول خزینہ	ڈاکٹر مختار ظفر
۶۔ دل دَل دَلوں میں پھنس گئے	مظہر ترمذی
۷۔ مجید امجد کی پسندیدہ شخصیات	ڈاکٹر قاضی عابد
۸۔ چھوٹے شہر کا بڑا شاعر ــــ مجید امجد	ڈاکٹر ارشد خانم
۹۔ مجید امجد ایک مطالعہ	ڈاکٹر راشدہ قاضی رگلنار واحد
۱۰۔ ایک اٹکا ہوا فقرہ	شاکر کنڈان
۱۱۔ مجید امجد ایک دائمی یاد	زاہد حسین
۱۲۔ مجید امجد ــــ زمین زاد شاعر	مسرت بانو
۱۳۔ مجید امجد کا شعور موسیقی (ایک تاثر)	ریاض احمد
۱۴۔ مجید امجد کا سماجی شعور	ڈاکٹر انوار احمد
۱۵۔ مجید امجد کی تراکیب کا مطالعہ	سید عامر سہیل
۱۶۔ مجید امجد کی غزل	امجد علی شاکر

مذکورہ تحریروں میں دو ۲ تحریریں ایسی ہیں جو شخصی تعلق کی دین ہیں اور انھیں یادنگاری کی ذیل میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس نوع کی پہلی تحریر 'وہ چہرہ اب بھی روشن ہے' میں یوسف تنویر نے مجید امجد کے ایک مداح محمد علی خان عزیز کی یادیں قلم بند کی ہیں۔ یہ یادیں ساہیوال سے متعلق ہیں جہاں گھاس پھوس سے بنے ہوئے 'چھپر ینو' ہوٹل میں 'نئے لوگ' نامی ادبی تنظیم کے اجلاس ہوا کرتے تھے جن میں مجید امجد روح و رواں کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس سلسلے کا دوسرا مضمون 'دل دَل دَلوں میں دھنس گئے' مظہر ترمذی کا تحریر کیا ہوا ہے جس میں انھوں نے مجید امجد سے ہونے والی اپنی پہلی ملاقات اور بعد ازاں وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے ہوئے تعلقِ خاطر کے حوالے سے اپنی یادیں جمع کی ہیں۔ اس مضمون کے آخر میں مظہر ترمذی نے اپنے نام ارسال کردہ مجید امجد کے تین خط بھی درج کیے ہیں۔

مجید امجد کا پہلا اور ان کی زندگی میں شائع ہونے والا واحد شعری مجموعہ 'شبِ رفتہ' ہے۔ یہ مجموعہ فکر و فن، دونوں اعتبار سے توجہ خیز ثابت ہوا۔ اس مجموعے کو مجید امجد نے تین ذیلی حصّوں 'دمِ شرر'، 'سطورِ تپاں'، اور 'ظروفِ نو' میں تقسیم کیا ہے۔ ڈاکٹر سعادت سعید نے اپنے مضمون 'شبِ رفتہ کا فکری و جذباتی کینوس' میں عمومی طور پر مذکورہ کتاب میں ظہور کرنے والے مجید امجد کے عمومی تخلیقی رجحانات پر بھی روشنی ڈالی ہے اور تینوں ذیلی حصّوں کے امتیازی پہلوؤں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ دیکھیے:

''مجید امجد نے شبِ رفتہ کے اوّلین حصّے میں اپنی جذباتی اور معاشرتی زندگی کے حوالے سے داخلی کرب، روحانی درد اور سماجی آشوب کی صورتِ حال کو شدّت سے محسوس کیا ہے۔۔۔۔ سطورِ تپاں شبِ رفتہ کا دوسرا حصہ ہے۔ اس حصّے میں مجید امجد درجہ بندیوں پر مشتمل سماج کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ لگاتے ہیں اور زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے کی عظیم تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں۔ ۔۔۔ ظروفِ نو کا حصّہ شبِ رفتہ کا جوہر ہے۔ اس میں مجید امجد کا ویژن ہر مصرع سے نمایاں ہوتا ہے۔ مجید امجد نے ترقی پسند تحریک سے وابستگی کو اپنے لیے اس وجہ سے ناپسند کیا تھا کہ یہ تحریک دانشوروں اور شاعروں کو ایسی گائیڈ لائن میں الجھا رہی تھی جس کا مقصد محض سطحی پراپیگنڈا تھا۔ ہر وہ شاعر جو اپنے وجود کے تضادات کا تجزیہ سماجی پس منظر میں کرتا ہے اور اپنی صورتِ حال کے حوالے سے انسان کش سپر سٹرکچر کو بدلنے کا ارادہ باندھتا ہے، وہ ترقی پسندی ہی کا راستہ اپناتا ہے لیکن اس کے لیے ترقی پسند تحریک کا رکن ہونا کوئی حرفِ آخر نہیں ہے۔''(۱۸)

ڈاکٹر ناصر عباس نیّر ان نقادوں میں آتے ہیں جنھوں نے مجید امجد پر ایک سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ ان کا مضمون 'مجید امجد کی نظم نگاری و شعریات کے اہم پہلو (ایک جائزہ)' ان کی کتابوں ہی کا پرتو لیے ہوئے ہے۔ اس میں انھوں نے مجید امجد کی تخلیقی زندگی کے اہم تشکیلی مراحل، ان کے عہد میں رونما ہونے والے نمایاں مقامی اور عالمی رجحانات کا پس منظری مطالعہ کرتے ہوئے ان کی شاعری کے چند اہم فکری و فنی اور اسلوبی و لسانی پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔ ان میں تین پہلو خاص طور سے زیرِ مطالعہ آئے ہیں۔ رقم طراز ہیں:

''مجید امجد نے انگریزی شاعری سے پہلی بات یہ اخذ کی کہ نظم خیالات کو غنائی رنگ دینے کا نام ہے۔ یعنی نظم میں جتنی اہمیت خیالات کو حاصل ہے اتنی ہی توجہ انھیں غنائیت بہ کنار کرنے کے عمل کو دی جانی چاہیے۔ شاعر کو خیالات ہی تخلیق نہیں کرنے چاہئیں، نئے نئے غنائی پیرائے بھی وضع کرنے چاہئیں۔۔۔۔ جدید شاعری سے مجید امجد نے دوسری اہم بات یہ اخذ کی کہ نظم کا موضوع وہ مانوس حقیقتیں ہیں جو ہمارے اردگرد بکھری اور گرد و پیش کی دھڑکتی زندگی کی ضامن ہیں۔ مگر جنھیں بالعموم نظر انداز کیا جاتا ہے۔ نہ صرف سماجی اسٹیبلشمنٹ بلکہ ادبی اسٹیبلشمنٹ بھی انھیں حاشیے پر دھرتی ہے۔۔۔۔ تیسرا عنصر جسے جدید شاعری سے امجد کے استفادے کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ وہ

انا کی خودمختاری کا محدود و مخصوص تصور ہے۔۔۔‘‘(۱۹)

ان پہلوؤں سے جڑے ہوئے فنی اور لسانی عناصر کو بھی اس مضمون میں نظموں کے حوالے دیتے ہوئے نمایاں جگہ دی گئی ہے۔

پیلوں میں شامل کئی مضامین روایتی اور تاثراتی نوعیت کے ہیں۔ ان میں چھوٹے شہر میں پیدا ہونے والے اس بڑے شاعر کی بہ تکرار بیان ہونے والی خصوصیات دہرائی گئی ہیں۔ تاہم چند مضمون اپنے اندر تازگی کے عناصر لیے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک مضمون ڈاکٹر قاضی عابد کا لکھا ہوا ہے جس میں ’مجید امجد کی پسندیدہ شخصیات‘ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ شخصیات تعداد میں گیارہ ہیں۔ ان میں

’’دو مذہبی شخصیات حضرتِ حسینؓ اور حضرتِ زینبؓ، دو مشاہیر اقبال اور حالی، ایک تاریخی کردار قبلا خان، ایک روحانی کردار حضرت سیّد منظور حسین شاہ نقوی، دو ہم عصر ادیب و شاعر منٹو اور مصطفیٰ زیدی، فلمی اداکار نرگس، شالات اور نبیلہ کیانی شامل ہیں۔‘‘(۲۰)

ان تمام شخصیات سے مجید امجد کا جو تعلق تھا، ڈاکٹر قاضی عابد نے اس کی طرف قیمتی اشارے کیے ہیں جن کے باعث یہ مضمون ایک اہم مطالعے کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

ریاض احمد کا مضمون ’مجید امجد کا شعورِ موسیقی (ایک تاثر)‘ بھی اپنے اندر تازگی لیے ہوئے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مجید امجد نے مختلف حربے، مثلاً تکرارِ حرفی، تکرارِ لفظی اور اندرونی قوافی وغیرہ، استعمال کرتے ہوئے اپنی شاعری میں غنائیت اور موسیقیت کا خاص اہتمام کیا ہے۔ ریاض احمد نے فنِ موسیقی کو سامنے رکھتے ہوئے مجید امجد کے شعری آہنگ کو منفرد انداز میں محسوس کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے عروضی تجربات کا بھی حوالہ دیا ہے۔

پیلوں میں مدیرِ مجلّہ ڈاکٹر انوار احمد کا ایک مضمون بھی شامل ہے جس کا عنوان ’مجید امجد کا سماجی شعور‘ ہے۔ بظاہر یہ عنوان مختلف شعرا کی طرح مجید امجد کے حوالے سے بھی کثرتِ استعمال سے کلیشے بن چکا ہے مگر مضمون کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر انوار احمد نے اپنے اس مضمون میں بڑی حوصلہ مندی سے خاصا مختلف زاویۂ نظر اختیار کیا ہے۔ انھوں نے پاکستان اور اس جیسے نو آزاد ملکوں کے اجتماعی ذہنی اور روحانی مسائل کو روحِ عصر کی روشنی میں دیکھنے کی سعی کی ہے جس کی مجید امجد کے عصری شعور کے ساتھ گہری مطابقت ہے۔ لکھتے ہیں:

’’ریاکار معاشروں کا شکوہ کرنے والے شاعروں میں مجید امجد پہلے تخلیق کار نہیں مگر انھیں احساس تھا کہ ہم بزعمِ خویش اللہ کی پسندیدہ قوم ہیں، کیونکہ ہمارے پاس ہر سوال کا جواب ہے، ہر شعبۂ حیات میں ہمارے پاس یا ہمارے پسندیدہ اسلامی تاریخی ناول نگاروں کے ہاں مثالی افراد ہی نہیں مثالی نظام بھی موجود ہیں، جن سے دنیا بھر کے ’کفار‘ ہراساں ہیں۔ ایسے خود فریب معاشرے میں ذہنی ترقی رُک جاتی ہے، ریاکاری فروغ پاتی ہے اور اپنی بیعتوں سے مکرنے والوں کا کوفہ پھیلتا چلا جاتا

ہے۔ ایسے میں خود مجید امجد جیسے حساس اور باشعور شاعر کی خود تنقیدی ہمارے روح بروح ایک بڑا سوال لے کر آتی ہے۔

'جن لفظوں میں ہمارے دلوں کی بیتیں ہیں،
کیا صرف وہ لفظ ہمارے کچھ بھی نہ کرنے کا کفارہ بن سکتے ہیں؟
کیسے یہ شعر اور کیا ان کی حقیقت؟
ناصاحب اس اپنے لفظوں بھرے کنستر سے چلو بھر کر بھیک کسی کو دے کر
ہم سے اپنے قرض نہیں اُتریں گے'۔۔۔''(۲۱)

اس خیال افروز مضمون کے علاوہ مجید امجد کی شخصیت اور فن کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی کرنے والے محقق ونقاد ڈاکٹر سیّد عامر سہیل کا مضمون 'مجید امجد کی تراکیب کا مطالعہ' بھی توجہ خیز ہے جس میں ترکیب تراشی کے فن اور روایت کا جائزہ لینے کے بعد مجید امجد کی شاعری میں پائی جانے والی مختلف النوع تراکیب میں سے چند منتخب تراکیب کا حوالہ دیتے ہوئے موصوف کی فنی مہارت اور چابکدستی کا اعتراف کیا ہے۔ رقم طراز ہیں:

''مجید امجد کی تراکیب کو سماجی، تہذیبی، کائناتی، سائنسی، تاریخی اور ذاتی موضوعات کے تناظر میں دیکھا جائے تو ان کے یہاں موضوع، اُسلوب اور خیال کے ساتھ ترکیب سازی کے انداز میں بھی بتدریج ارتقا نظر آئے گا۔ ان کی تراکیب میں تنوع کی سی کیفیت ہے، ایک ایسا نیا پن جو اپنے تناظر کو سمیٹ لینے کی سعی کرتا ہے۔ اگر مجید امجد کی تراکیب کو جدید تنقیدی اور لسانی پیمانوں (مثلاً ساختیاتی، اُسلوبیاتی اور ردِ تشکیلی) سے پرکھا جائے تو ایک نیا جہانِ معنی دریافت کیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لفظ کو استعمال کرتے ہوئے بندھے ٹکے یا طے شدہ معنی تک محدود نہیں رہتے بلکہ ان کے یہاں الفاظ اشاروں کا کام دیتے ہیں اور یہ اشارے اسی ثقافت کی دین ہیں جہاں سے ان کی شاعری کا ظہور ہوا ہے۔ ایک اور قابلِ ذکر بات، جو مجید امجد کی ترکیب سازی کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہے، وہ یہ کہ مجید امجد ترکیب بناتے وقت لفظ کو بطور علامت اور تمثال کے یک جا کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔''(۲۲)

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بھی بیان ہوا، مجید امجد فیض احمد فیض کی طرح اپنے عہد کے ایسے شاعر ہیں جن کی پہچان کا بنیادی حوالہ تو نظم ہے مگر ان کی غزل بھی ہر اعتبار سے قابلِ لحاظ اور قابلِ قدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے کئی نقادوں نے مجید امجد کی غزل کو بھی موضوع بنایا ہے۔ پیلوں کے زیرِ نظر شمارے میں بھی 'مجید امجد کی غزل' کے موضوع پر دو مقالے موجود ہیں۔ ایک مقالہ سرور الہدیٰ کا جبکہ دوسرا مقالہ امجد علی شاکر کا تحریر کردہ ہے۔ ایک ہی موضوع پر لکھے گئے دونوں مضمون ایک دوسرے سے خاصے مختلف ہیں۔ سرور الہدیٰ نے مجید امجد کی غزل کا ارتقائی مطالعہ کرتے ہوئے ابتدا میں روایت سے گہری اثر پذیری کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر ان پر ترقی پسند غزل کا

آہنگ بھی اثر انداز ہوا۔ رفتہ رفتہ ان کے ہاں ایک ایسا رنگ غالب آ گیا جسے ان کے ذاتی رنگ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ رنگ انسان کے داخلی مسائل کے نئے اور منفرد اظہار سے تشکیل پایا ہے۔ سرورالہدیٰ کے مطابق

''مجید امجد کی غزل دھیرے دھیرے انسان کے داخلی مسائل کی طرف آتی ہے۔ یہ مسائل پہلے بھی تھے مگر تخلیق کار کی ترجیحات کے بننے اور تبدیل ہونے میں ذہنی افتاد کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ وقت کا بھی کردار ہوتا ہے۔ ابتدائی غزلوں کی رجائیت کا بے محابا اظہار بعد کو کچھ ٹھہرا ٹھہرا سا معلوم ہوتا ہے۔ اب زندگی اور سماج کے بنیادی حقائق محض خارجی حقائق معلوم نہیں ہوتے اور ان حقائق کا رشتہ انسان کی داخلی دنیا سے بھی قائم ہو جاتا ہے۔''(۲۳)

امجد علی شاکر نے اپنے مضمون میں مجید امجد کو ایک بڑا شاعر ہونے کے ناطے ایک بڑا مجتہد بھی قرار دیا ہے۔ وہ ان کی غزل کو بھی ان کی پوری شاعری کی طرح نہایت اہم تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے غزل کے حوالے سے بھی مجید امجد کی شعریات کے متنوع پہلوؤں اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ وہ ان محرکات کو بھی تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو تخلیقِ شعر کا سبب بنے اور اس معاملے میں غزل یا نظم کی کوئی تخصیص نہیں۔ ان محرکات کا تعلق مخصوص لینڈ سکیپ سے بھی ہے۔ چنانچہ مقالہ نگار نے مجید امجد کی شعری تمثالوں کو اسی تناظر میں دیکھا ہے۔ اسی طرح انھوں نے مجید امجد کے وضع کردہ ڈسکورس کو بھی بہت سراہا ہے۔ اس قدر کہ میر و غالب پر بھی فوقیت دی ہے۔ کم سے کم غزل کی حد تک یہ مبالغہ آمیز خیال بآسانی قبول کرنا مشکل ہے۔ بہر حال مجید امجد کی غزل اپنے اندر زبردست انفرادیت رکھتی ہے۔ ایک ایسی انفرادیت جو خاصی پُر اسرار ہے۔ امجد علی شاکر لکھتے ہیں:

''مجید امجد شعر کیا کہتے ہیں، ایک طلسم آباد کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ زندگی کے اسرار کی شاعری کرتے ہیں۔ یہ اسرار کھولے نہیں جا سکتے۔۔۔ ہر چیز جو ہم دیکھتے ہیں، رشتوں کا ایک جال ہے، پُر اسرار جال۔ اس کے پس منظر میں جائیں تو Choss ملتا ہے۔ اس کے اور پیچھے جائیں تو ایک Point of reference مل جائے گا، اس کے اور پیچھے جائیں تو پھر اسرار سے کہیں زیادہ پیچیدہ دنیا ملتی ہے۔ یہاں تحیر کے قدم بھی لڑکھڑا جاتے ہیں۔ آگے غیب کی سیاہ چادر آ جاتی ہے۔ اس کے پار نظر آنا تو کیا، تخیل، تصور اور تحیر بھی یہاں گم صم ہو جاتے ہیں۔ اسے غیب کی دنیا کہا جا سکتا ہے۔ آگے غیب الغیب کی دنیا ہے۔ مجید امجد اسرار کو اسرار کی طرح بیان کرتے ہیں۔ بھید کو بھید کی طرح اور غیب کو غیب کی طرح۔''(۲۴)

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ امجد علی شاکر نے مجید امجد کی شاعری، بالخصوص غزل کے طلسم میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ غالب نے بھی گنجینۂ معنی کے طلسم کی طرف اشارہ کیا تھا۔ شاید ہر بڑے شاعر کے ہاں کسی نہ کسی صورت میں طلسماتی فضا ضرور ملتی ہے۔

بحیثیتِ مجموعی پیلوں میں شامل گوشۂ مجید امجد اپنے اندر خاصی رنگا رنگی اور تنوع رکھتا ہے۔ اس میں

مجید امجد کی تخلیقی شخصیت، شعری کائنات اور تخلیقِ فن کے بہت سے گوشوں کو دریافت اور بے نقاب کرنے کی متنوع کاوشیں شامل ہیں۔

☆ ۲۰۱۴ء میں رسائل و جراید کے خصوصی نمبروں اور بعض رسالوں میں شامل گوشوں کے علاوہ مختلف جریدوں میں مجید امجد کے حوالے سے متفرق مضامین بھی شائع ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انھیں بھی مجید امجد کے سوویں سالِ ولادت سے خصوصی نسبت ہے۔ اس ضمن میں شائع شدہ تمام مقالات و مضامین کا جائزہ لینا تو بہت دشوار ہے، تاہم چند ایک کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد کے تحقیقی و تنقیدی مجلّے 'زبان و ادب' شمارہ ۱۵ بابت جولائی تا دسمبر ۲۰۱۴ء میں ڈاکٹر جمیل اصغر کا ایک مقالہ بعنوان 'مجید امجد کی نثر نگاری' شائع ہوا ہے۔ یاد رہے مذکورہ رسالے کے مدیرِ اعلیٰ ڈاکٹر محمد آصف اعوان جب کہ مدیر ڈاکٹر شبیر احمد قادری ہیں۔ ڈاکٹر جمیل اصغر کے مضمون میں مجید امجد کی چند نثری تحریروں کا تعارفی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ ان میں غلام محمد رنگین کے شعری مجموعے 'غنچۂ رنگین' کا حرفِ اوّل، مراتب اختر کی غزلیات کے بارے میں مجید امجد کی رائے، بعض مکاتیب اور ایک آدھ فکاہی تحریر شامل ہے۔ اگرچہ مذکورہ تحریریں اور مقامات پر مثلاً ڈاکٹر اسلم ضیاء کی کتاب جہان مجید امجد، میں بھی مل جاتی ہیں، تاہم ڈاکٹر جمیل اصغر کی تحریر مجید امجد کے نثری سرمائے کے تحلیل و تجزیہ میں معاونت کرتی ہے۔ آخر میں مجید امجد کے نثری اسلوب کے بارے میں رائے دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''مجید امجد الفاظ کی عظمت و حرمت اور منزلت سے آگاہ ہیں۔ ان کے نثری اسلوب میں جو پختگی، گہرائی اور استواری ہے وہ دراصل ان کی تخلیقی شخصیت اور وسعتِ مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ مجید امجد نے مختلف موضوعات کے تناظر میں جو نثر تحریر کی ہے، اگرچہ اس میں موضوعات کے اعتبار سے فرق نظر آتا ہے تاہم مجموعی طور پر بات 'دل سے نکلتی اور دل تک پہنچتی' ہوئی محسوس ہوتی ہے۔'' (۲۵)

☆ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا ایک مضمون 'مجید امجد: ایک کثیر الجہات شاعر' شعبۂ اردو، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور سندھ کے تحقیقی مجلّے الماس کے شمارہ ۱۵ بابت ۱۴-۲۰۱۳ء میں شائع ہوا۔ (۲۶)

اس رسالے کے مدیر پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف خشک جب کہ مدیرِ معاون ڈاکٹر صوفیہ خشک ہیں۔ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا یہ مضمون رسالہ نمود کے مجید امجد نمبر میں بھی چھپ چکا ہے۔ چنانچہ گذشتہ صفحات میں مذکورہ رسالے کا جائزہ لیتے ہوئے اس مضمون کے بارے میں اظہارِ خیال کر دیا گیا ہے۔ یہاں اس کی تکرار مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

مختصر یہ کہ مجید امجد کے حوالے سے چھپنے والے متفرق مضامین بھی خاصے ہیں اور اگرچہ ان میں سے زیادہ تر مجید امجد سے متعلق کسی نہ کسی کتاب یا کسی مجلّے کے خصوصی نمبر یا گوشے کا حصّہ بن چکے ہیں، تاہم متفرق مقامات پر ان کی اشاعت سے بھی مجید امجد شناسی کا دائرہ وسعت اختیار کر گیا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) **نمود**۔لاہور: جلد۲، شمارہ۶، ۷، جون، جولائی۲۰۱۴ء۔ص۲۰

(۲) ایضاً۔ص۷۰۔۷۲

(۳) ایضاً۔ص۱۰۷

(۴) ایضاً۔ص۳۱

(۵) **بازیافت**۔شعبۂ اردواورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور: شمارہ۲۴، جنوری تا جون۲۰۱۴ء۔ص۶۱

(۶) ایضاً۔ص۱۰۷

(۷) ایضاً۔ص۱۸۸

(۸) ایضاً۔ص۲۴۴

(۹) ایضاً۔ص۳۰۷۔۳۰۸

(۱۰) ایضاً۔ص۳۵۴

(۱۱) **نمودِ حرف**۔لاہور: جلد۱، شمارہ۸، ۹، ۱۰، اکتوبر تا دسمبر۲۰۱۴ء۔ص۲

(۱۲) ایضاً۔ص۷

(۱۳) ایضاً۔ص۱۲

(۱۴) ایضاً۔ص۳۸

(۱۵) **زبان و ادب**۔شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد: شمارہ۱۴، جنوری تا جون۲۰۱۴ء۔ص۱۴۸

(۱۶) ایضاً۔ص۱۶۲

(۱۷) ایضاً۔ص۱۷۹۔۱۸۰

(۱۸) ڈاکٹر سعادت سعید۔''شبِ رفتہ کا فکری و جذباتی کینوس''۔مشمولہ، **پیلوں**۔ملتان: شمارہ۷، جولائی تا ستمبر۲۰۱۴ء۔ص۲۰۔۲۱

(۱۹) ڈاکٹر ناصر عباس نیّر۔''مجید امجد کی نظم نگاری وشعریات کے اہم پہلو (ایک جائزہ)''۔مشمولہ، **پیلوں**۔ملتان: شمارہ۷، جولائی تا ستمبر۲۰۱۴ء۔ص۳۰ تا ۳۳

(۲۰) ڈاکٹر قاضی عابد۔''مجید امجد کی پسندیدہ شخصیات''۔مشمولہ، **پیلوں**۔ملتان: شمارہ۷، جولائی تا ستمبر۲۰۱۴ء۔ص۵۹

(۲۱) ڈاکٹر انوار احمد۔''مجید امجد کا سماجی شعور''۔مشمولہ، **پیلوں**۔ملتان: شمارہ۷، جولائی تا ستمبر۲۰۱۴ء۔ص۱۱۹۔۱۲۰

(۲۲) ڈاکٹر سیّد عامر سہیل۔ ''مجید امجد کی تراکیب کا مطالعہ''۔مشمولہ، پیلوں۔ ملتان: شمارہ۷، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۴ء۔ص۱۲۸

(۲۳) سرورالہدیٰ۔ ''مجید امجد کی غزل''۔مشمولہ،پیلوں۔ملتان:شمارہ۷، جولائی تا ستمبر۲۰۱۴ء۔ص۳۹

(۲۴) امجد علی شاکر۔''مجید امجد کی غزل''۔مشمولہ،پیلوں۔ملتان:شمارہ۷، جولائی تا ستمبر۲۰۱۴ء۔ص۱۳۷

(۲۵) ڈاکٹر جمیل اصغر۔''مجید امجد کی نثر نگاری''۔مشمولہ،زبان و ادب۔شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی،فیصل آباد:شمارہ۱۵، جولائی تا دسمبر۲۰۱۴ء۔ص۶۸

(۲۶) ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری۔''مجید امجد:ایک کثیر الجہات شاعر''۔مشمولہ،الماس۔شعبۂ اردو،شاہ عبداللطیف یونیورسٹی،خیر پور سندھ:شمارہ۱۵،۲۰۱۴ء۔ص۸تا۲۰

❁……❁……❁